جمالِ محمد ﷺ اور سائنس

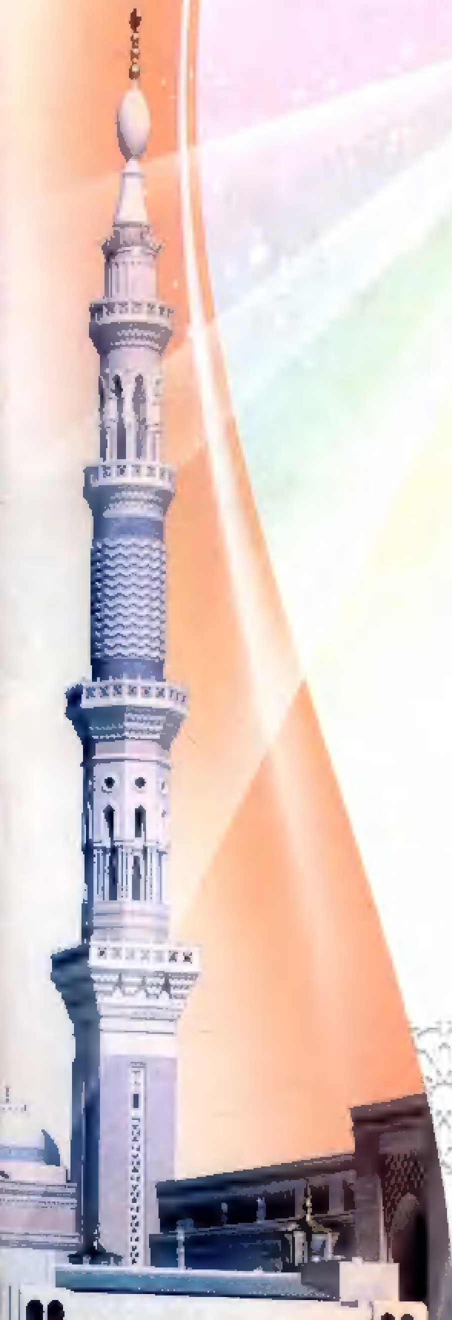

امیر حمزہ

S-1
591
5153

جمالِ محمد ﷺ اور سائنس

اسید حمزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

جمالِ محمد ﷺ اور سائنس

تالیف

امیر حمزہ

سرورق .... راشد امین

کمپوزنگ .... محمد شفیق ، حافظ محمد آصف

اشاعت اول .... جنوری 2012ء

ناشر .... دارالاندلس

تعداد ....

قیمت ....

Dar-ul-Andlus

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

دارالاندلس

• 4-لیک روڈ چوبرجی لاہور • 6-غزنی سٹریٹ رحمن مارکیٹ اردو بازار لاہور

+92-42-35062910 , +92-322-4006412

جمالِ محمد ﷺ اور سائنس

عرضِ ناشر 9
جمالِ محمد ﷺ اور سائنس سے متعلق 11

باب 1

دنیا میں جن کا کوئی استاذ نہ تھا

ٹھنڈی آہ! 17
سکول جانے کے دن 19
کعبہ میں تعلیم کہاں؟ 20
ننھے حضور ﷺ کا پہلا سفر 21
دادا کا پیار 23
میں پڑھا لکھا نہیں 25
ہم پڑھے لکھے لوگ نہیں 26
جدائیاں ہی جدائیاں 28
اللہ اللہ، مولا مولا 28
جن کا نام محمد ﷺ ہے 29
سائنٹیفک اپروچ 31
سوچ اور اپروچ 32

باب 2

رات دن کا ادل بدل اور قرآن کے سات سائنسی نظارے

- گیم کا انکشاف 37
- زمین کا لباس 39
- سر پر پگڑی 41
- چھپن چھپائی اور دوڑ 42
- ادل بدل 45
- ایک دوسرے میں داخل ہونے کا منظر 47
- خلافت و جانشینی 52

باب 3

آسمانوں کا سفر

- مکہ ٹاور 59
- براق کی سواری 60
- سوار کی تیاری 61
- پہلی منزل "القدس" 64
- رسولوں کے امام 68
- ٹائم تھم گیا 69
- آسمان کی سڑک 72
- محفوظ چھت کی جانب 75
- سات تہیں (Layers) 80
- براق کی پرواز کا آغاز 82

- کائنات پھیل رہی ہے 84
- وقت کا دھارا 85
- کائنات کا ترانہ 87
- مسافت کے سمٹنے اور خلاؤں میں ترانوں کا منظر 90
- فرشتوں کا استقبال اور ترانے 91
- ستاروں کے سلیوٹ 92

باب 4

مدینے کا چاند اور آسمان کے چاند

- بھاگم بھاگ! 99
- ایکسیڈنٹ کا خطرہ نہیں 100
- خبردار.....! 102
- پہاڑی کی اوٹ سے نمودِ چاند 102
- اے چاند 103
- چاند کی روشنی 104
- ایک نہیں کئی چاند 107
- مریخ کے دو چاند 109
- زحل کے 62 چاند 109
- خاتون کی گود میں چاند 110

باب 5

حسن و جمال لاجواب

- جگمگاتا فانوس 115
- چاند سے بڑھ کر حسین 116

بال مبارک	119
دمکتا ماتھا	121
آنکھیں اور پلکیں	121
ابرو کی بناوٹ	122
ناک مبارک	123
چمکتے گلابی رخسار	123
دمکتے سفید دانت	124
ریش مبارک	125
صراحی دار گردن	125
کندھے اور بازو	126
صدر یعنی سینہ مبارک	127
شکم مبارک	128
قدم اور قد مبارک	129
جلد کا جاذب رنگ	129
خوشبو دار پسینہ	131
چال ڈھال	131
حلیہ مبارک اور مجلس	132
جو بھی دیکھے	135

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ!

قافلۂ انسانیت کے رہبر اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ یقیناً اس مبارک موضوع کو بیان کرنا اور ضبط تحریر میں لانا بہت بڑی سعادت اور خوش بختی ہے۔

محترم امیر حمزہ صاحب سیرت نگاری کے موضوع پر اس سے پہلے دو کتابیں "سیرت کے سچے موتی" اور "رویے میرے حضور کے" جس کا انگریزی ترجمہ (Mannerisms of My Sire) بھی شائع ہو چکا ہے، قارئین کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ ان دونوں کتابوں نے عوام وخواص میں بڑی مقبولیت حاصل کی ہے۔ ان کے علاوہ محترم مؤلف کی مختلف موضوعات پر قابل ذکر کتب مقبول عام ہیں۔ جن میں خاص طور پر حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب "میں نے بائبل سے پوچھا قرآن کیوں جلے؟" نے ملک اور بیرون ملک بڑی پذیرائی حاصل کی ہے اور اس کے پڑھنے والوں کی تعداد بیسیوں ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔

مولانا امیر حمزہ فن خطابت کے شہ سوار ہونے کے ساتھ ساتھ تحریر کے میدان میں بھی اپنا سکہ منوا چکے ہیں، ان کا منفرد اور اچھوتا انداز قارئین کو بہت بھاتا ہے۔ جس طرح تقریر میں عوامی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہیں، یہی زور دار، بھرپور اور ولولہ انگیز طرز تخاطب ان کی تحریروں میں بھی غالب نظر آتا ہے، گویا کہ وہ کتاب کے قاری سے مخاطب اور ہم کلام ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "جمالِ محمدﷺ اور سائنس" پانچ ابواب پر مشتمل ہے، جو کہ رسول کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے اظہارِ محبت اور عقیدت کی ترجمان ہے، جس میں موصوف نے سیرت نبویہ شریفہ کے بعض پہلوؤں کو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق سائنس کی اصطلاحات کو استعمال کرتے ہوئے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔

کتاب ہذا میں سائنس کی تحقیق کے ذریعے دین کو سمجھنے اور قبول کرنے والے لوگوں کے لیے ایک نیا اور منفرد انداز اختیار کیا گیا ہے اور اس طبقے کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے، جو جدید انداز اور تحقیقی اسلوب کو پسند کرتے ہیں۔

فاضل مصنف کا جذبۂ صادق اور مخلصانہ خدمت بڑی قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے اور اس کتاب کے ذریعے قارئین کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کو جاگزیں کر دے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات مقدسہ، اخلاقِ کریمہ اور عادات مبارکہ کو مشعلِ راہ بنا کر اپنی زندگیوں کو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ڈھال سکیں۔

سیرت نگاری کا یہ انمول اور بیش قیمت مجموعہ "جمالِ محمدﷺ اور سائنس" دارالاندلس کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کی پروف ریڈنگ دارالاندلس مجلس التحقیق الاسلامی کے رفیق حافظ ثناء اللہ خان اور حافظ سعید الرحمٰن صاحب نے کی ہے، جبکہ کمپوزنگ محمد آصف رشید اور ترتیب وتزئین محمد شفیق نے کی ہے اور سرورق کی ڈیزائننگ راشد امین نے کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام احباب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور قارئین کے لیے نافع بنا دے۔ آمین!

دعاگو

جاوید الحسن صدیقی

مدیر دارالاندلس

۱۱ [illegible]ول ۱۴۳۳ھ

جمالِ محمد ﷺ اور سائنس سے متعلق

ایک روز جاپان سے مجھے فون آیا خالد صاحب بول رہے تھے مجھے "روپے میرے حضور کے" اور اس کا انگریزی ترجمہ (Mannerisms of my Sire) بھی چاہیے۔ ہم نے کتابیں بھیج دیں تو انھوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس کا ترجمہ جاپانی زبان میں بھی ہونا چاہیے اور ساتھ ہی اجازت طلب کی تو میں نے کہا، مجھے خوشی ہوگی اگر آپ یہ کام کر سکیں...... اس کے بعد وہ پاکستان آئے تو میرے گھر بھی تشریف لائے۔ دورانِ گفتگو میں نے ان سے پوچھا کہ جاپان کے لوگ جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں نمبر 1 ہیں، کیا اب بھی بدھا کے بت کی پوجا کرتے ہیں؟ خالد صاحب کہنے لگے، ان کے 95% لوگ بدھ مذہب کے انکاری ہیں بس روایتی سلسلہ چل رہا ہے۔ وہ کسی خالق کو مانتے ہی نہیں۔ میں نے کہا پھر انھیں دعوت کیسے دی جائے؟ کہنے لگے، سائنسی انداز میں بات کی جائے تو اسے مانتے ہیں۔

قارئین کرام! تب سے میں نے ارادہ کر لیا کہ اللہ کی توفیق سے اپنے حضور ﷺ کی سیرت پر ایسی مختصر سی کتاب لکھوں گا جو سائنسی دلائل اور حقائق کے ساتھ مالا مال ہو۔ صرف جاپان ہی نہیں بلکہ چین اور ہندوستان کے بہت سے لوگ بھی مذہب سے انکاری ہیں، نیوزی لینڈ میں آدھے سے زیادہ لوگ اللہ کو نہیں مانتے...... اسی طرح یورپ اور امریکہ کے اکثر لوگ بھی عیسائی نام کے ہیں اصلاً وہ مذہب اور خالق کائنات کے انکاری ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کے جب خاکے بنائے گئے اور یہ مذموم سلسلہ اب بھی کہیں نہ کہیں سر اٹھاتا رہتا ہے تو یہ دنیا بھر کے دہریہ نما لوگ اس مذموم سلسلے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، چنانچہ میں نے اللہ سے توفیق طلب کی کہ اپنے حضور ﷺ کی سیرت پر سائنس کے دلائل کے ساتھ ایسی دستاویز تیار کروں کہ یہ سارے لوگ حضور ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے پر مجبور ہو جائیں۔ نہ مانیں تو کم از کم عظیم ہستی ضرور تسلیم کریں اور خاکے بنانے والوں کو نفرت کی نظر سے دیکھیں۔

اللہ کی قدرت کہ میں نے اگرچہ سکول کی زندگی میں آرٹس کے مضامین پڑھے مگر مجھے سائنس کے ساتھ لگاؤ تھا۔ اس لیے کہ سائنس کے انکشافات اللہ کی عظمتوں کا احساس پیدا کرتے ہیں، چنانچہ میں ٹائم، نیوز ویک اور ریڈرز ڈائجسٹ میں ایک عرصہ سے سائنس کے مضامین پڑھ رہا ہوں۔ خالص سائنس کے جو رسالے ہیں ان کا بھی مطالعہ کر رہا ہوں۔ جن میں نیشنل جیوگرافک، سائنٹیفک امیریکن وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح سائنس پر بہت ساری کتابوں کا بھی مطالعہ کرتا چلا آ رہا ہوں...... جب میں نے مذکورہ کتاب کا پروگرام بنایا تو جدید انکشافات کو ملاحظہ کرنے کے لیے سائنس پر تازہ کتب خریدیں۔ نیٹ پر ریسرچ کی اور پھر اپنی تحقیقات پر تھوڑا سا مطلوبہ حصہ لیا اور اسے اپنی زیرِ نظر کتاب میں شامل کر لیا کیونکہ اگر میں اپنی ساری تحقیقات کو شامل کرتا تو ایک ضخیم کتاب بن جاتی۔

زیرِ نظر کتاب ''جمال محمد ﷺ اور سائنس'' کا جو آخری باب ہے، اس کو لکھتے وقت میں نے سب سے زیادہ جو استفادہ کیا تو وہ شیخ ابراہیم بن عبداللہ کی کتاب ''اَلرَّسُوْلُ کَأَنَّكَ تَرَاهُ'' سے کیا...... اس کا ترجمہ ''دار السلام'' نے شائع کیا ہے۔ ترجمہ الشیخ حافظ عبدالستار حماد ؒ نے کیا ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

''The Space'' جو ناسا کے سائنس دانوں کے تعاون سے برطانیہ میں شائع ہوئی میں نے اس کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے پڑھا اور اس سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ میرے دل نے بے ساختہ کہا کہ اللہ کی توفیق شامل حال ہو تو سیرت رسول ﷺ پر سائنسی تحقیق کا ایک ایسا ادارہ بن سکتا ہے کہ اس میں جدید سائنس کی روشنی میں کام ہو...... ریسرچ کے لیے ایک لیب ہو۔ سائنس دانوں سے رابطے ہوں تو یہ کام بہت خوب ہو سکتا ہے۔ بہر حال! یہ اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے۔

آخر پر عرض کروں گا کہ اس نئے اور اچھوتے میدان میں جو کوئی غلطی محسوس ہو تو اس پر قارئین کرام! آگاہ ضرور کیجیے۔ راہنمائی فرمائیے۔ اس کتاب میں استدلال کی کوئی خوبی نظر آئے تو وہ اللہ کا انعام ہے اور جو کوتاہی دکھائی دے تو اس میں میری گناہ گاری اور خطا کاری کا دخل ہے...... اللہ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو سب کے لیے نفع کا باعث بنائے اور قیامت کے دن اپنے پیارے رسول ﷺ کی شفاعت کا حق دار بنا دے۔

اے اللہ! اس کتاب کو ایسا بنا دے کہ غیر مسلم تیرے حبیب ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے بن جائیں اور ہم تیرے فردوس کے مالک بن جائیں۔

امیر حمزہ
0300-4078618

جمال محمد ﷺ اور سائنس

باب 1

دنیا میں جن کا کوئی استاذ نہ تھا

ٹھنڈی آہ!

اللہ تعالیٰ اپنے سورج کو ہولے ہولے بلند کرتے جا رہے تھے، کرنوں میں گرمی تو نہ تھی مگر قدرے ٹھنڈک کا احساس تھا۔ میں نے وضو کیا تب مشرق کی طرف سے ابھرتے سورج کی شعاعیں اشراق کے ٹائم میں داخل ہو رہی تھیں، چنانچہ مصلّی بچھایا، نماز ادا کی اور پھر مولا کریم کے دربار میں بیٹھے بیٹھے اپنے حضور ﷺ کا خیال آنا شروع ہو گیا۔ یہ ایسے خیالات تھے جو جلد ہی اشکیں بہاتے شکووں میں تبدیل ہونے شروع ہو گئے۔

میرے مولا! قربان جاؤں جناب کی بے نیازی اور بے پرواہی پر کہ آپ جل جلالہٗ نے ہمارے حضور محمد کریم ﷺ کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو پیدائش سے قبل ہی ہمارے حضور ﷺ کے والد گرامی کو اپنے پاس بلا لیا۔ تیری بندی جو حضرت عبداللہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ نام ان کا آمنہ ہے ...... انھوں نے تصور کی دنیا میں اسی طرح مستقبل کی حقیقت کو دیکھا ہو گا جس طرح ہر عورت دیکھتی ہے کہ اے اللہ! اس کا پہلا بچہ! بیٹا ہو یا بیٹی۔ اس پر اس کا خاوند والا وشیدا ہو۔ دونوں میاں بیوی کی زندگی میں اک نیا آفتاب طلوع ہو۔ نیا آنے والا مہمان دونوں کی زندگی کا مرکز و محور ہو۔ وہ دونوں کا لاڈ پیار وصول کرے اور زندگی کا اک نیا اور حسین دور شروع ہو جائے۔

مگر ...... میرے مولا! آپ سبحانہ وتعالیٰ کا فیصلہ یہ تھا کہ ہمارے حضور ﷺ ابھی دنیا میں آئے بھی نہ تھے کہ ہمارے حضور ﷺ کی والدہ کا وہ تصور جو حقیقت کا روپ دھارنے چلا تھا، وہ ٹوٹ گیا۔ مولا جی! آپ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عبداللہ کو اپنے پاس بلا لیا۔ ہمارے حضور ﷺ کی والدہ اکیلی رہ گئیں ...... اب وہ انتظار کرنے لگ گئیں ...... اسی

طرح انتظار کہ جس طرح ہر بیوہ عورت امید کی حالت میں انتظار کرتی ہے کہ بچہ جو پیدا ہوگا وہ محبوب شوہر کی نشانی ہوگا...... اسے دیکھ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ خاوند کی محبت آنسو بن کر جب گرے گی گود میں لیٹے بچے کے رخساروں پر تو بے قرار دل کو قرار آئے گا۔ مستقبل کا جو سپنا تھا وہ اب اک دوسرے انداز میں دیکھ کر دل کا غم امید کی نئی کرنوں میں تبدیل ہوگا۔

میرے مولا کریم! آپ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی کہ جن کو آپ نے ہمارا حضور ﷺ بنایا، ان کو ایسے علاقے میں پیدا فرمایا جو پسماندہ ترین اور غریب ترین تھا۔ گھروں میں جھولوں کا تصور تک نہ تھا۔ اگرچہ ہمارے حضور ﷺ مکہ کے سردار عبدالمطلب کے پوتے تھے مگر چودہ سو سال پہلے گھروں میں جھولے کہاں؟...... شہر بھی ایسا تھا کہ جہاں کوئی پارک تھا، نہ سبزہ تھا کہ جہاں حضرت آمنہ اپنے ننھے محمد ﷺ کو لے جاتیں اور دل بہلاتیں۔ چلو! محرومی کے یہ مناظر تو رہے اپنی جگہ پر...... اب ایک اور سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ مکہ کے رواج کا ہے۔ رواج یہ تھا کہ شیر خوارگی کے دوران ہی بچوں کو دور کھلی فضا میں دیہات کی دایوں کے ہاتھ میں دے دیا جاتا تھا۔

جن عورتوں کے خاوند ہوں۔ بچے بھی دو تین چار اور سات ہوں ان کے لیے تو نومولود کو دیہات میں بھیجنا کوئی مسئلہ نہیں مگر جس کا خاوند بھی نہ ہو، بچہ بھی پہلا ہو، اسے بھی وہ رواج کے ہاتھوں میں دینے پر مجبور ہو، اپنے سینے کے سرور کو اپنی گود سے دور ہٹانے پر مجبور ہو...... سوچتا ہوں حضرت آمنہ نے کس کرب اور درد کے ساتھ کائنات کے حسین ترین بچے کو اپنی گود سے اٹھا کر حضرت حلیمہ کے سپرد کیا ہوگا۔

میرے مولا! ہمارے حضور ﷺ کو ایسے دیس میں پیدا فرمایا جہاں ایسا رواج تھا...... ٹھیک ہے حضرت حلیمہ گاہے گاہے ننھے حضور ﷺ کو ماں سے ملانے کے لیے مکہ آیا کرتی تھیں، مگر ہر ملاپ کے بعد جدائی کس قدر حضرت آمنہ کو رلایا کرتی ہوگی...... یہ تصور آج

جو بھی ماں کرتی ہے اس کا جگر اس کے منہ کو آنے لگتا ہے۔

میرے مولا! آخر دن، ہفتے، مہینے بیت ہی گئے۔ دیہات میں ہمارے حضور ﷺ کی پرورش کے دن گزر ہی گئے اور پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ حضرت حلیمہ نے ننھے حضور ﷺ کو اٹھایا اور ان کی والدہ کے سپرد کر گئیں...... یہ دن حضرت آمنہ کی خوشیوں کا دن تھا کہ اب ان کا ننھا محمد ﷺ ان کے پاس سدا رہے گا...... ہاں! ماں بیٹا اب لاڈ پیار کرتے لگاتار اکٹھے رہنے لگ گئے تھے۔ دادا عبدالمطلب بھی پیار کی حدود پھلانگ کر پیار کر رہا تھا۔

سکول جانے کے دن:

ننھے حضور ﷺ کے سکول جانے کے دن آگئے۔ قاعدہ، کتابیں، بستہ، وردی، پالش کیے ہوئے چمکتے جوتے...... ہر روز صبح مائیں تیار کرتی ہیں۔ ٹفن میں کھانا...... ساتھ بوتل میں پانی...... حضرت آمنہ کی دلچسپیوں کا اک نیا دور شروع ہونے والا تھا...... مگر میرے مولا! آپ سبحانہ وتعالیٰ نے ننھے حضور ﷺ کو کس دیس میں پیدا فرمایا کہ نہ یہاں پر نرسری جہاں تین سال کا بچہ جانا شروع کر دیتا ہے۔ نہ پریپ اور نہ پریپ کا کوئی نظام...... اف اللہ! یہاں تو کوئی سادہ اور عام سا پرائمری سکول بھی نہیں جہاں ٹاٹ پر بچے بیٹھ کر پڑھ سکیں...... چلو ٹاٹ کی سہولت نہ سہی، گھر سے بوری ہی لے جائیں اور اس پر بیٹھ کر ہی پڑھ لیں...... سکول کی عمارت نہ سہی، چلو کسی درخت اور چھپر کے نیچے ہی بچے بیٹھ کر پڑھ لیں۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں۔

اللہ اللہ! جب مکہ میں ایسا کچھ بھی نہیں تو مکہ شہر کے لوگ سارے ہی ان پڑھ ہوئے۔ جی ہاں! سب ان پڑھ...... شہر کے لوگ جب ان پڑھ ہوں گے تو اردگرد دیہات کے لوگ تو ان پڑھوں سے بھی اگلی ڈگری پر فائز ہوں گے اور وہ ہے اجڈ، گنوار اور جانگلی ہونے کی ڈگری۔ اپنے اللہ کی چوکھٹ پہ بیٹھا یہ کہے جا رہا تھا کہ میرے مولا! آپ سبحانہ و

تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو ایسے علاقے میں پیدا فرمایا کہ جہاں ان پڑھ ہی ان پڑھ...... خواندگی یعنی (Litracy Rate) جہاں زیرو تھا۔

تاریخ کھنگالنے سے پتا چلتا ہے کہ مکہ میں دو چار بندے ہی ایسے تھے جو معمولی سا لکھنا پڑھنا جانتے تھے ...... مگر دادا عبدالمطلب نے یتیم پوتے سے پیار ہی اس قدر کیا کہ کسی ایک بندے کو بھی پابند نہ کیا کہ وہ ننھے حضور ﷺ کو حروف تہجی ہی پڑھا دے ...... خیال کیسے آتا، دادا حضور بھی تو ان پڑھ تھے۔ حضرت آمنہ کو خیال کیسے آتا کہ وہ بھی تو لکھی پڑھی نہ تھیں، وگرنہ خود ہی کچھ پڑھا دیتیں جس طرح پڑھی لکھی مائیں اپنے بچوں کو گھر میں خود ہی پڑھا لکھا دیتی ہیں ...... پھر مزید یہ کہ کسی بچے کو اس معاشرے میں پڑھانے کا تو کوئی تصور تک نہ تھا..... الغرض! پڑھائی کے میدان میں یہاں کے ماحول کا ہر پہلو منفی تھا۔ مثبت پہلو کی کوئی کرن کہیں دور دور تک دکھائی نہیں دیتی تھی ......!

کعبہ میں تعلیم کہاں؟

ماں اپنے بچے کو سویرے سویرے جگاتی ہے۔ ہاتھ میں قاعدہ تھماتی ہے اور مسجد کی جانب روانہ کر دیتی ہے۔ بچہ وہاں قاری صاحب یا مسجد کے مولوی صاحب سے سبق پڑھتا ہے اور واپس گھر آجاتا ہے۔ گھر آکر یہ بچے اب سکول جانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ جو سکول میں نہیں پڑھتے وہ مسجد میں ہی جا کر لکھنا نہ سہی کم از کم پڑھنا تو شروع کر دیتے ہیں۔

کعبہ جو اللہ کا گھر ہے اور اس کے نگہبان اور منتظم ننھے حضور ﷺ کے دادا جان جناب عبدالمطلب تھے۔ انھوں نے کعبہ میں ایسا کوئی بندوبست ہی نہیں کر رکھا تھا۔

پڑھنے لکھنے کا بندوبست کیا ہوتا وہاں تو 360 مورتیاں پڑی تھیں۔ نیک لوگوں کی مورتیاں تھیں۔ بزرگوں کے بت تھے جن کی پوجا ہوتی تھی۔ ان سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ یوں کعبہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ وہ توحید کا مرکز تھا...... ان کے بیٹے

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے خوب آباد کیا تھا...... صدیوں بعد اس میں بھی جہالت، ناخواندگی اور گنوار پن اپنے عروج پر تھا...... علم اور تعلیم کی روشنی کا وہاں نام و نشان نہ تھا بس جہالت کا اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

ننھے حضور ﷺ کا پہلا سفر:

سردار عبدالمطلب بن ہاشم نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے جناب عبداللہ کی شادی یثرب میں کی تھی۔ باپ نے بیٹے کو یثرب میں کھجوریں لینے بھیجا، ویسے بھی ان کے وہاں سسرال تھے۔ جناب عبداللہ یہاں آئے تو بیمار ہو کر یہیں فوت ہو گئے۔ چنانچہ یہیں یثرب میں انھیں دفن کر دیا گیا تھا۔

ننھے حضور محمد کریم ﷺ اب چھ سال کے تھے۔ والدہ محترمہ نے سوچا کہ میکے جایا جائے، وہاں شوہر کی قبر کو بھی دیکھا جائے ...... ننھے محمد ﷺ کو بھی ننھیالی شہر دکھایا جائے، چنانچہ ماں بیٹا یثرب جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ سردار عبدالمطلب نے اپنے پوتے اور بہو کی خدمت کے لیے اپنی ایک ملازمہ ام ایمن کو ساتھ کر دیا۔

اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ پرانے وقتوں میں جب لوگ اپنے رشتہ داروں سے ملنے دور دراز کے شہروں یا علاقوں میں جایا کرتے تھے تو قافلے کی شکل میں پروگرام بنا کر جایا کرتے تھے، چنانچہ قافلہ روانہ ہوا۔ چار سو پچاس کلو میٹر کا سفر طے ہوا۔ حضرت آمنہ نے ننھے محمد ﷺ کے ساتھ اپنے میکے میں ایک مہینہ قیام فرمایا۔

اب قافلہ واپسی کے لیے تیار تھا۔ حضرت آمنہ اپنا میکہ خیر باد کہہ رہی تھیں۔ شوہر کی قبر کو بھی دیکھ لیا تھا۔ دل ہی دل میں کہتی ہوں گی، میرے سرتاج عبداللہ! تم نے تو اپنے چاند سے کہیں بڑھ کر خوبصورت و حسین محمد ﷺ کو نہ دیکھا...... لو! میں تمھاری قبر سے ملوا کر تمھارے لاڈلے کو اب واپس لے جا رہی ہوں ...... مگر حضرت آمنہ کو کیا پتا تھا کہ جس

قافلے میں وہ چلنے والی ہیں دو چار منزلوں پر جا کر ماں بیٹے کی منزلیں جدا جدا ہو جائیں گی۔ انھیں اپنے چھ سالہ جگر گوشے کو راستے ہی میں چھوڑنا پڑے گا۔

چھ سالہ ننھے محمد ﷺ جو اپنے والدِ گرامی کا چہرہ نہیں دیکھ پائے تھے وہ قبر دیکھ کر واپس آ رہے ہیں...... اب وہ غریب الدیار مسافری میں اپنی ماں کو آخری سانسیں لیتے دیکھیں گے۔ نہ دلاسہ دینے والا دادا پاس ہوگا، نہ سینے سے لگا کر بانہوں میں لینے والا عبد المطلب پاس ہوگا۔ نہ کوئی پیار کرنے والا چچا پاس ہوگا۔ نہ بوسہ لینے والی کوئی پھوپھی پاس ہوگی ...... چھ سالہ ننھے محمد ﷺ کو صبر و ثبات کے ساتھ اپنے آپ کو خود ہی تھامنا ہوگا۔ ماں آمنہ کو کیا خبر تھی......؟

اور پھر جب دو چار منزلوں کے بعد ابواء کا مقام آیا تو حضرت آمنہ جو راستے میں بیمار ہو چکی تھیں۔ یہاں آ کر بے بس ہو گئیں، قافلہ ٹھہر گیا تھا۔ سانس لینا مشکل ہو رہا ہوگا۔ حضرت آمنہ نے آخری نگاہیں پیار سے حضور ننھے محمد ﷺ کے خوبصورت چمکتے دمکتے رخساروں پر ڈالی ہوں گی۔ حضور ﷺ نے بھی آخری نگاہیں ماں کے بے بس چہرے پہ پیوست کی ہوں گی۔ قافلہ یہ سارا منظر دیکھ کر اشکبار ہوگا۔ حضور ﷺ کے حسین گلابی رخساروں پہ جب آنسو بہہ رہے ہوں گے۔ موتی بن کر پردیسی زمین پر گر رہے ہوں گے۔ حضرت ام ایمن نے ننھے محمد ﷺ کو دلاسہ دیا ہوگا۔ حضرت آمنہ نے کہا ہوگا: ام ایمن! میں جا رہی ہوں میرا لاڈلا محمد ﷺ تیرے پاس امانت ہے۔ جا کر یہ امانت محمد ﷺ کے دادا کو دے دینا۔ راستے میں محمد ﷺ کا خیال رکھنا۔ لو بیٹا! میں جا رہی ہوں۔ ننھے محمد ﷺ ماں محترمہ کے سینے پہ گر گئے ہوں گے۔ ماں نے آخری بوسا لیا ہوگا...... اور پھر ماں اپنے اللہ کے پاس جا پہنچی۔

ننھے محمد ﷺ آنسو پونچھتے رہ گئے...... قافلے والوں نے کیا دیر کی ہوگی۔ دیر کرنے کا بھلا موقع ہی کہاں تھا۔ جلدی سے قبر کھو دی...... ننھے حضور ﷺ کی والدہ کو قبر میں لٹا

دیا...... اور پر مٹی ڈال دی...... کیا منظر ہوگا وہ دلفگاری کا کہ جب چھ سالہ ننھے محمد ﷺ نے اپنی ماں کی قبر پر مٹی کی مٹھیاں ڈالی ہوں گی...... وہ ابھی کچھ دن پہلے اپنے ابا حضور کی قبر دیکھ کر آئے تھے اور اب کیا ہوا...... قبر دکھانے والی ماں راستے ہی میں ساتھ چھوڑ گئی...... اور اب ننھے ہاتھوں سے ماں کی قبر پر مٹی کی مٹھیاں ڈال کر...... ہاتھ جھاڑ لیے......!

ہاں ہاں! میرے مولا! باپ اور اب ماں سے بھی ہاتھ جھاڑ لیے...... ننھا محمد ﷺ سر جھکائے ام ایمن کی انگلی پکڑے قافلے کے درمیان خشک پہاڑ اور ریگستانوں پہ چلا جا رہا ہے...... میرے مولا! جس کو تو نے اپنا حبیب اور خلیل بنانا تھا...... اس حبیب اور خلیل کے ساتھ اتنی بڑی بڑی محرومیاں وابستہ کر دیں، تیرے کام تو ہی جانتا ہے۔

قافلہ جب مکہ میں پہنچا۔ دادا حضور کو پتا تو چل گیا ہوگا کہ میرا لاڈلا پوتا باپ کو "یثرب" میں اور ماں کو "ابواء" میں چھوڑ کر آ رہا ہے۔ دادا دوڑا ہوگا...... پوتے کو اپنی آغوش میں لینے کو...... قافلے نے جب اپنا سردار دیکھا ہوگا...... آنکھیں بادل بن کر آنسوؤں کی برسات برسا رہی ہوں گی۔ منظر یوں نظر آتا ہے ام ایمن نے ننھے محمد ﷺ کو اٹھا رکھا ہے...... دادا کو اپنی عباء کا کچھ ہوش نہیں ہے۔ ننھے محمد ﷺ نے بھی دادا کو دیکھ کر بازو پھیلا لیے ہیں۔ سردار عبد المطلب نے ننھے محمد ﷺ کو سینے سے لگا لیا ہے...... اب دادا ہی ماں ہے اور دادا ہی باپ ہے۔

دادا کا پیار:

سردار عبد المطلب کے لیے کعبہ کے سائے میں مسند بچھا دی جاتی...... تکیہ لگ جاتا...... وہ یہاں بیٹھتے...... فیصلے کرتے...... مجلسیں منعقد ہوتیں۔

کسی کو مسند پر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی، نہ ہمت تھی، بیٹے بھی احتراماً اس مسند پہ نہ بیٹھتے تھے۔ اردگرد بیٹھ کر بیٹے بھی اور باقی سب لوگ بھی انتظار کرتے تھے۔ سردار کے تشریف لانے کا...... اور پھر سردار عبد المطلب آ کر مسند پر جلوہ افروز ہوتے۔

سیرت ابن ہشام کے مطابق ننھے محمد ﷺ اب ایک صحت مند چاک و چوبند اپنے لڑکپن میں داخل ہو رہے تھے۔ چنانچہ وہ حسب معمول اپنے دادا کے ساتھ مسند پر بیٹھنے لگے تو سردار عبدالمطلب کے بیٹوں نے میرے حضور محمد کریم ﷺ کو مسند سے اٹھانا چاہا۔

سردار عبدالمطلب نے بیٹوں کو منع کیا اور یوں گرج دار آواز فضا میں گونجی:

"خبردار! میرے بیٹے سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ اللہ کی قسم! میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہوگا...... یہ کہہ کر سردار نے ہمارے حضور محمد کریم ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھا لیا...... کمر پر دست شفقت پھیرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے، میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہوگا۔"

طبرانی، بیہقی اور ابن سعد وغیرہ جیسی معتبر کتابوں کے مطابق جناب کندیر بن سعید کی روایت ہے، جناب سعید کہتے ہیں، میں نے حج کے دنوں میں دیکھا کہ سردار عبدالمطلب کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ میرے رب! میرے محمد ﷺ کو میرے پاس پہنچا دے میرے پاس پہنچا کر مجھ پر احسان فرما دے...... بات یہ تھی کہ سردار صاحب بعض اوقات چرتے اونٹوں کو واپس لانے کے لیے ہمارے حضور محمد کریم ﷺ کو بھیجتے اور وہ فوراً اونٹ لے آتے...... آج پھر دادا نے اپنے پوتے کو اونٹ لانے کے لیے بھیجا تو ہمارے حضور محمد کریم ﷺ قدرے لیٹ ہو گئے۔ بس دادا سے تاخیر برداشت نہ ہوئی۔ پھر حج کے دن بھی تھے مکہ میں لوگ ہی لوگ تھے، لہٰذا دادا پریشان ہو کر طواف کرنے لگا......

کچھ ہی دیر بعد ہمارے حضور ﷺ آ گئے تو فطری محبت نے غلبہ پایا۔ دادا نے اپنے پوتے سے پیار کیا۔ سینے سے لگایا، بوسے لیے اور پھر کہا:

"بیٹا! میں تمہاری جدائی میں اس طرح غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہوں جس طرح عورت (یعنی ماں) بیٹے کی جدائی میں غم اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتی ہے لہٰذا مجھ سے جدا نہ ہوا کرو۔"

جو دادا...... اس قدر محبت کرے، ماں والا کردار ادا کر کے دکھائے...... باپ بن جائے، مجالس میں بھی ساتھ رکھے...... وہ پڑھائے گا کیا؟ پڑھنے والا ماحول ہو تب بھی کیا پڑھائے گا جب کہ وہاں تو ایسا ماحول صدیوں سے مفقود تھا۔

جی ہاں! حضور محمد کریم ﷺ کی عمر مبارک 8 سال تھی کہ ایک سو بیس سال کی عمر میں دادا جان بھی آخری سانس لینے لگے...... ایسی حالت میں وہ کفالت کی ذمہ داری اپنے بیٹے ابوطالب پر ڈال گئے اور اپنے اللہ کے پاس جا پہنچے۔

میں پڑھا لکھا نہیں:

میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ اب لڑکپن میں داخل ہو چکے ہیں...... عرب کے ماحول میں لڑکے بکریاں چرا کر لاتے تھے، چنانچہ میرے حضور ﷺ نے بھی بکریاں چرائیں...... پھر جب جوانی کے دور میں داخل ہونے لگے تو مکہ کی معروف تاجرہ خاتون نے پیش کش کر دی کہ آپ (ﷺ) میرے مال پر بزنس کریں، شام کی طرف مال لے جائیں اور لے آئیں۔ منڈیوں میں فروخت کریں، چنانچہ میرے حضور ﷺ نے اس پیش کش کو قبول فرما لیا۔

خاتون کا نام خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔ وہ بیوہ تھیں، میرے حضور ﷺ کی دیانت، امانت اور صداقت کو جب اس بیوہ خاتون نے دیکھا تو شادی کی پیش کش کر دی...... میرے حضور ﷺ کی عمر اس وقت 25 سال تھی۔ خاتون کی عمر 40 سال تھی۔ جناب ابوطالب کی نگرانی میں نکاح ہو گیا۔

میرے اللہ جی! آپ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو صاحبِ اولاد بنا دیا، تین بیٹے دیے...... چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ میرے مولا! آپ سبحانہ وتعالیٰ کی حکمتیں آپ ہی جانیں جو تین بیٹے عطا فرمائے۔ طیب، طاہر اور قاسم وہ تینوں بچپن میں ہی فوت کر لیے۔ ہمارے حضور ﷺ کے دل میں اولاد کی محبت کا جو درخت تھا اس پر موت کے جھونکے چلتے

رہے اور پھل ٹوٹ ٹوٹ کر میرے حضور ﷺ کے ہاتھوں سے چھنتے رہے۔ بیٹیاں بڑی ہوتی گئیں۔ ہمارے حضور ﷺ کی محبت و شفقت حاصل کرتی چلی گئیں۔ عرب کا معاشرہ حیران تھا کہ صادق و امین محمد ﷺ نے بیٹیوں کو جو پیار دیا عرب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

کعبہ کے اندر باہر میرے حضور ﷺ نے جب بھی بزرگوں کی پتھری مورتیوں کو دیکھا۔ نیک لوگوں کے پتھریلے بتوں کو دیکھا درد اور افسوس کا اظہار کرتے رہ گئے کہ میری قوم کے لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر یہ کیا کر رہے ہیں؟ .... اچھا! ان لوگوں کو اگر اس جہالت سے ہٹایا جائے تو پیش کیا کیا جائے؟ اب میرے حضور غور و فکر کے لیے غار حراء میں جانے لگے، ایک دن وہاں فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام آ گئے ...... ہمارے حضور ﷺ سے کہنے لگے! پڑھیے۔ میرے حضور ﷺ نے کہا:

''میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔'' (لہٰذا پڑھوں کیسے؟)

جبریل نے دوبارہ پڑھنے کو کہا!

ہمارے حضور ﷺ نے پھر وہی پر حقیقت جواب دیا۔

تیسری بار بھی جبریل کے کہنے پر وہی کہا جو حقیقت تھی ...... مگر جب رب تعالیٰ نے جبریل کو بھیجا تھا اس رب کریم نے اپنے بندے کو پڑھا دیا ...... جی ہاں! جو پڑھایا وہ قرآن کی صورت میں آج ہمارے پاس ہے۔ چودہ سو سال سے ہے۔ زیر زبر کی تبدیلی کے بغیر ہے۔ با کمال، لاجواب اور بے مثال ہے۔

ہم پڑھے لکھے لوگ نہیں:

واہ میرے مولا! محرومیاں ہی محرومیاں ...... آپ باری تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کے محبوب چچا جناب ابو طالب کو بھی فوت کر لیا ...... اور جب ہمارے حضور ﷺ کو مکہ کے لوگوں نے قرآن کی وجہ سے ستایا اور ہمارے حضور ﷺ نے مکہ کو چھوڑ کر یثرب جانے کا

فیصلہ کر لیا تو ان دنوں میرے حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی آپ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا ...... میرے حضور ﷺ کی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ہو چکی تھی۔ ان کے علاوہ جو تین بیٹیاں تھیں یہ بھی مکہ چھوڑ کر یثرب چلی گئیں اور میرے حضور ﷺ بھی یثرب تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کے یہاں تشریف لانے پر یثرب ''مدینۃ النبی ﷺ'' بن گیا۔

مکہ چھوڑے اور ہجرت کیے ہوئے دوسرا سال جا رہا ہے ...... اس دوسرے سال میں رمضان کے مہینے کو روزے رکھنے کا مہینہ قرار دے دیا گیا ہے۔ بطور کیلنڈر قمری سسٹم رائج تھا۔ قمری یعنی چاند کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 دن کا ہوتا ہے ...... میرے حضور ﷺ ان 29 اور 30 دنوں پر مشتمل مہینے کی شرح کرنے لگے ہیں۔ اپنے پیروکاروں کو سمجھانے لگے ہیں، مگر کیسے سمجھاتے ہیں۔ صحیح بخاری، کتاب الصیام (۱۹۱۳) اور حدیث کی دیگر کتابوں میں ہے، اللہ کے رسول حضرت محمد کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَ لَا نَحْسُبُ»

''ہم پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں، نہ لکھنا اور نہ ہی حساب کرنا جانتے ہیں۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھولا اور دونوں ہاتھوں کے تلوے صحابہ کی طرف کر کے دونوں ہاتھوں کو ایک بار لہرایا۔

پھر دوسری بار اشارہ فرمایا، پھر تیسری بار ہاتھوں کو سامنے کیا ...... یوں تیس کا عدد پورا ہو گیا ...... چوتھی بار آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو ہتھیلی کے ساتھ چمٹاتے ہوئے اشارہ کیا ...... اس کا مطلب تھا کہ مہینے میں ایک دن کم ہو گیا یعنی 29 دن کا بھی مہینہ ہوتا ہے۔ حضور محمد کریم ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو 29 اور 30 کی گنتی یوں ہاتھوں کے اشاروں سے سمجھائی ...... اور واضح کر دیا ہے کہ ہم لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں ...... مزید وضاحت کے دو لفظ ارشاد فرما دیے کہ ہم نہ تو لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی ریاضی اور حساب جانتے ہیں

اور اس معاملے میں صورت حال یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہاتھوں کے اشارے سے 29 اور 30 کی گنتی سمجھا رہے ہیں۔

جدائیاں ہی جدائیاں:

میرے مولا کریم! میرے حضور ﷺ کے ساتھ جدائیوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ مدینے میں بھی جدا نہیں ہوا۔ میرے حضور ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ وہ فوت ہوگئیں تو دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں دے دیں، بھی فوت ہوگئیں...... تیسری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سے بیاہی گئیں وہ بھی میرے حضور ﷺ کی زندگی میں ہی اپنے اللہ سے جا ملیں ......

صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو سب سے چھوٹی بیٹی تھیں وہ میرے حضور ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں باقی سب اولاد کی جدائیوں کے صدمے میرے حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے، یہ ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی۔

کل اولاد میں صرف ایک ہی بیٹا تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نہ تھا ...... یہ بیٹا حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے تھا، جن کا نام ابراہیم تھا...... میرے حضور ﷺ کے بازوؤں پر وہ آخری سانسیں لے رہا تھا...... میرے حضور ﷺ کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو گر رہے تھے...... ساتھ زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

"ابراہیم! تیری جدائی کا بڑا غم ہے مگر زبان سے جملہ وہی نکلے گا جس سے ہمارا رب راضی ہو۔"

اللہ اللہ، مولا مولا:

اللہ اللہ، مولا مولا، حنان ہے تو، رحمان ہے تو...... غفور ہے تو ...... ودود ہے تو ...... رحیم، کریم اور حلیم ہے تو ...... اپنے بندوں کے شکوے سنتا ہے اور مسکراتا ہے...... ہم حضور

کے غلاموں کے شکوے سن لیے...... اللہ! اب سینہ کھول دے، حکمتوں اور دانائیوں کے در کھول دے ...... ہاں ہاں! قبولیت کا سماں بندھا...... مولا کریم نے کرم فرمایا۔ کتاب و سنت کی روشنی کا در کھلا ...... دل کا دریچہ وا ہوا۔

لوگو! ذرا غور تو کرو...... اللہ کے لیے سوچو...... اپنے خالق کو نہیں مانتے ہو تو تمھاری مرضی ذرا اپنے ضمیر کو تھوڑی دیر کے لیے جگاؤ تو سہی۔ ذرا اس سے پوچھو تو؟ ایک عظیم ہستی کہ!

جن کا نام محمد ﷺ ہے:

یہ طے ہو چکا تھا کہ وہ اس دنیا میں آنے والے ہیں مگر ان کے آنے سے قبل ہی بے سہارا ہونے کا آغاز ہوگیا اور جب وہ آگئے تو سہارے سہم سہم کر کوسوں دور ہوتے چلے گئے۔

اس ہستی کو جب وہ بچے تھے...... دادا نے اپنی مسند پر اپنے ساتھ بٹھایا۔

بیٹوں کی موجودگی میں کہا میرا یہ بیٹا محمد ﷺ بڑی شان والا ہوگا، بات واضح تھی کہ عبدالمطلب کے جانشین...... حضرت محمد ﷺ ہوں گے۔

محمد ﷺ نام کا مطلب ہی یہ تھا کہ سب سے بڑھ کر ساری دنیا جن کی تعریف کرے یہ نام عبدالمطلب نے رکھا تھا۔

مگر جن کا نام محمد ﷺ تھا انھوں نے عبدالمطلب کی مسند پر بیٹھنا...... اس کا وارث بننا گوارا ہی نہ کیا۔

اس کا مطلب ہوا وہ مکہ اور اہل عرب کی روایتی سرداری کے طالب نہ تھے۔

تجارت، بزنس، امپورٹ، ایکسپورٹ میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ وہ تجارت جاری رکھتے تو عرب کے مال دار ترین انسان ہوتے، اتنے بڑے سرمائے کے بعد ...... محل بناتے...... شادیاں کرتے...... ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزارتے...... تاریخ انھیں رئیس العرب کے نام سے یاد کرتی...... مگر!

انھوں نے تو کمال کر دیا۔

عرب روایت کو توڑ دیا۔

عربوں میں اپنے سے چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے شادی کی جاتی تھی۔ ہاں ہاں! انھوں نے اپنے سے 15 سال زائد عمر والی عورت سے شادی کر ڈالی۔

صرف زائد عمر والی سے ہی نہیں بیوہ سے شادی کی۔ صرف بیوہ سے ہی نہیں پہلے خاوند سے اس کے بچے بھی تھے۔

یہ عظیم ہستی صادق اور امین تو تھے ہی ...... وفادار ایسے کہ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کا سوچا تک نہیں۔ عجب ہستی تھی یہ کہ انھوں نے زندگی گزارنے کی ضرورت کا تعین کیا تو کمال کر دیا۔

پھر اس ضرورت سے زائد انھوں نے ضرورت مندوں پر مسلسل خرچ کیا۔ ایسے مواقع بھی آئے کہ اپنی کم از کم ضرورتوں کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔

تنگی میں وقت گزار لیا مگر ضرورت مند کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔

ہاں ہاں! ایسی شخصیت جن کا نام محمد ﷺ ہے ...... ان کو نہ اقتدار کی چاہت، نہ بزنس کا لالچ، نہ عورتوں کا طمع۔

محرومیاں ہی محرومیاں ...... پیاروں کی جدائیاں ہی جدائیاں وفات ہی وفات ...... اموات ہی اموات۔

سوال پیدا ہوتا ہے کیا ان تلخ حقیقتوں نے حضرت محمد کریم ﷺ کی دلچسپیاں ماند کر ڈالی تھیں ...... جواب آتا ہے، بالکل نہیں! بیوی بچوں سے محبت کرنے میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں۔ ان کا ہاتھ بٹانے میں ان سے آگے کوئی نہیں۔ ان کی ادنیٰ بے چینی پر بے چین ہونے میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ کسی لالچ اور مفاد سے بہت بلند یہ شان دار متوازن زندگی اس شخص کی ہے جنھوں نے ایک لفظ تو کجا ایک حرف بھی نہ کسی سے لکھنا سیکھا، نہ پڑھنا سیکھا۔

سائنٹیفک اپروچ:

ہاں ہاں! اس عظیم شخصیت کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے ...... ان کا چوتھا اور آخری بیٹا جب فوت ہو جاتا ہے تو صحیح بخاری، کتاب الکسوف میں ہے اس موقع پر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے ...... جی ہاں! چودہ سو سال قبل کے معاشرے میں نہ جانے کب سے یہ سوچ چلی آ رہی تھی کہ سورج یا چاند کو گرہن اس وقت لگتا ہے جب کوئی بڑی شخصیت فوت ہوتی ہے یا پیدائش کی شکل میں صفحۂ ہستی پر نمودار ہوتی ہے۔ اس نظریے اور سوچ کے مطابق ننھا ابراہیم ...... اس ہستی کا فرزند ارجمند ہے جو سید الاولین والآخرین ہیں۔ اللہ کے ایسے آخری رسول ہیں جو مولا کریم کے خلیل اور حبیب ہیں۔ ان کا بیٹا فوت ہوا ہے یعنی ان کے دل کا پھل ٹوٹا ہے، لہٰذا سورج کو گرہن لگ گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں سورج بھی اپنے دکھ اور غم کا اظہار کر رہا ہے۔ تعزیت کا روپ دھار رہا ہے اور اپنے اس انداز سے دنیا والوں کو بتلا رہا ہے کہ رب تعالیٰ کے عظیم رسول ﷺ کا جلیل القدر بیٹا وفات پا گیا ہے، لہٰذا آج سورج تم پر اس حال میں طلوع ہوا ہے کہ وہ گرہن کی حالت میں ماتم کناں نظر آ رہا ہے۔

لوگو! ذرا غور کرنا ...... وہ دور کہ جب ہندوستان، جاپان اور یونان وغیرہ میں سورج کی عبادت ہوا کرتی تھی۔ اسے دیوتا مانا جاتا تھا ...... جب سائنسی اپروچ کی بات کرنے کا کہیں کوئی تصور تک نہ پایا جاتا تھا ...... ایسے دور میں حضرت محمد کریم ﷺ ایک بات کرتے ہیں۔ کمال کر دیتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

« يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَ إِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ »

[مسلم، کتاب الکسوف ح: ۲۱۰۲]

"اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ۔ جو باتیں لوگوں میں مشہور ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں، جہاں تک سورج اور چاند کا تعلق ہے یہ تو اللہ کے بہت سارے نشانات میں سے دو نشان ہیں، حقیقت بہر حال یہی ہے کہ تمام انسانوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے ان کو گرہن نہیں لگتا...... کوئی مر جائے یا پیدا ہو جائے اس کا ان کے گرہن سے کوئی تعلق نہیں۔"

سوچ اور اپروچ:

لوگو! آج سائنس کا دور ہے۔ اکیسویں صدی کا پہلا عشرہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا عشرہ بھی تیزی سے گزر جانا چاہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں اس جدید ترین سائنسی دور میں ترقی یافتہ عیسائیوں کی خانقاہوں میں جب بظاہر انہونی واقع ہو جاتی ہے تو اسے پادری کا اعجاز قرار دے دیا جاتا ہے۔ پادری پریسٹ، بشپ، کارڈینل اور پوپ خوش ہوتا ہے کہ اس کے تقدس میں اضافہ ہوا...... یہودیوں کے ایسے لوگوں کے پاس چلے جائیں وہاں بھی یہی کچھ ملے گا۔

چین، جاپان، کوریا اور تھائی لینڈ وغیرہ کے کئی لوگ آج بھی مہاتما بدھ کے بتوں کی پوجا کرتے ہیں...... ان بتوں کے مجاور، مونک اور بھکشو کو جب ایسا کوئی بہانہ ہاتھ لگ جائے وہ جانے نہیں دیتا...... اس کا خرقِ عادت کارنامہ مشہور ہوتا ہے۔ لاکھوں لوگ زیارتیں کرتے ہیں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں...... میں نے سری لنکا میں ایسے کئی مناظر دیکھے ہیں۔ الغرض! مجاور خوش ہوتے ہیں ان کے تقدس اور شان میں اضافہ ہوا۔ مزے ہی مزے ہیں۔

ہندوستان جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں بڑی ترقی کر رہا ہے۔ کمپیوٹر اور جین ٹیکنالوجی میں اس نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں...... وہاں کا ایک بت جسے گنیش کہتے ہیں۔ ایسی شکل کا ایسا ان کا دیوتا جس کی ناک ہاتھی کے سونڈ کی بنائی گئی ہے، مشہور ہو گیا کہ اس

کے دیو ہیکل بت کے اندر سے دودھ رس رہا ہے...... ہندوستان کے اس سب سے نمایاں مندر اور آشرم کے مجاور و سادھو بڑے خوش ہوئے کہ ان کا کام بن گیا کیونکہ لاکھوں میں نہیں کروڑوں ہندوستانیوں نے ہندوستان بھر سے اس دیوتا کو دیکھنے کے لیے سفر اختیار کیا۔ اربوں روپے کے نذرانے اور نقدی اکٹھی ہوئی۔ دنیا بھر میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ انڈیا کے اخبارات اور چینلز نے خوب شور مچایا۔ بعد میں ثابت ہوا کہ یہ سارا ڈرامہ تھا۔

ہم جو مسلمان ہیں...... ہم میں سے کئی لوگوں کا بھی حال آج بہت پتلا ہو چکا ہے...... بعض چشموں پر قبر بنا دیتے ہیں یا کسی قبر کے قریب چشمہ پھوٹ نکلا...... درخت میں سے کوئی اور درخت پھوٹ نکلا تو مجاور نے کرامت مشہور کر ڈالی۔ نت نئی کراماتیں درگاہوں اور بزرگوں کے نام موسوم ہوتی ہیں حتیٰ کہ لاہور کے اندر ایک بزرگ نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اس کے چہرے پر دائیں طرف اللہ اور بائیں جانب محمد ﷺ کا نام ابھر آیا ہے۔ اس کے بینرز، اشتہارات، تصاویر عام کی گئی ہیں۔

الغرض! آج کے جدید ترین سائنسی دور میں بھی تمام مذاہب کے بہت سارے لوگ بظاہر انہونی داستانوں کے مواقع نہ صرف جانے دیتے ہیں بلکہ خود پیدا کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔

دنیا بھر کے تمام مذاہب کے لوگو! ذرا غور و فکر کرو...... آج کی بات نہیں چودہ سو سال قبل کی بات ہے...... خود بخود ایک مشہور بات جو چلی آ رہی تھی...... لوگوں نے خود میرے حضور ﷺ کے بیٹے ننھے ابراہیم کے ساتھ منسوب کر دی...... میں صدقے قربان جاؤں انسانیت پر احسان کرنے والے اس محسن انسانیت پر جو کسی سے نہ ایک حرف پڑھتے ہیں نہ ایک حرف لکھنے کا طریقہ سیکھتے ہیں...... پر قربان جاؤں عظیم سوچ اور لاجواب اپروچ پر کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا...... خطبہ ارشاد فرمایا، آگاہ کیا اور فرمایا کہ یہ تو اللہ کے پیدا کردہ دو نشان ہیں۔ ان جیسے بے شمار نشانات ہیں۔ آسمان میں بے شمار سورج ہیں۔ بہت

سارے چاند ہیں...... سیارے ہیں...... یہ سب اللہ کے نشان ہیں...... نشان کا مطلب ہے کہ اس پر غور وفکر کیا جائے۔ تحقیق کی جائے تو اللہ کی عظمتوں کا احساس ہوگا۔ اب اللہ کے ایک نظام کے تحت ان کو گرہن لگتا ہے۔ کسی انسان کے مرنے اور پیدا ہونے سے بھلا ان کا کیا تعلق ہے؟ سبحان اللہ!

آفرین ایسی سوچ پر...... خراج تحسین ایسی اپروچ پر...... میں سمجھتا ہوں اگر انسانیت اس پر خراج تحسین پیش نہیں کرتی تو میں کہتا ہوں یہ انسانیت کیسی انسانیت ہے؟! یہ تو احسان فراموش ہے۔ بخیل اور کنجوس ہے...... کم ظرف ہے...... تنگ سوچ اور ٹیڑھی اپروچ کی حامل ہے۔

ہاں ہاں! اے لوگو...... سن لو! ایسی عظیم ہستی کہ جس نے چودہ سو سال قبل سائنسی سوچ اور اپروچ انسانیت کو دی...... یہ امیر حمزہ ان پر درود بھیجتا ہے۔ محبت کی گہرائیوں سے ابھرتا ہوا سلام پیش کرتا ہے۔ مولا کریم! درود اور سلام کا ورود کروڑ در کروڑ ہو میرے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش۔

باب 2

دن رات کا ادل بدل اور قرآن کے سات سائنسی نظارے

گیم کا انکشاف:

بے شک اب وہ بچہ نہ تھا بڑا ہو گیا تھا۔ لڑکپن میں داخل ہو گیا تھا مگر اسے اپنی ماں سے بے حد پیار تھا۔ دنیا کی محبوب ترین ہستی اس کی ماں تھی۔ وہ جہاں بھی جاتی یہ اس کے پیچھے بھاگ اٹھتا۔ اب ماں نے بتلانا چھوڑ دیا کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔ لڑکے کا وتیرہ پھر بھی نہ بدلا۔ اسے پتا تھا کہ ماں جوتا کون سا پہنتی ہے۔ یہ جوتوں کے نشانات کو دیکھ کر ماں کے پاس پہنچ جاتا۔ ماں نے جوتا ادل بدل کر کے پہننا شروع کیا تو یہ اس خوشبو کو پہچانتا تھا جو ماں استعمال کرتی تھی۔ یہ اس خوشبو کو سونگھتا اور اس گھر میں پہنچ جاتا جہاں ماں اپنی سہیلی کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی ہوتی، ماں نے خوشبو کا استعمال ترک کیا تو یہ بیٹا اس قدر تیز حواس کا مالک تھا کہ یہ اپنی ماں کی مخصوص بو (Smell) کا پیچھا کرتا ماں کے پاس پہنچ جاتا اور خاموشی سے پیچھے کھڑا ہو کر کہتا...... ماں! میں آ گیا۔

قارئین کرام! ماں جو پیدائش کا ذریعہ ہے۔ کوئی بیٹا محبت کرنے والا ہو تو ماں کے چھوڑے ہوئے نشانات کو ڈھونڈتا ہوا ماں کو ڈھونڈ ہی نکالتا ہے اور جو پیدا کرنے والا ہے...... ہاں ہاں! میرے حضور ﷺ بتلا رہے ہیں۔ میری امت میں شامل ہونے والے! آ...... میں تجھے تیرے خالق کا پتا بتلاؤں۔ تیرے دل میں اگر اپنے پیدا کرنے والے کی محبت ہے تو میں تجھے اس کے نشان بتلاؤں، اس کے بے شمار نشانات میں سے یہ جو سورج اور چاند ہیں یہ تو محض نشان ہیں۔ لوگو! ان میں سے سورج کا کردار ملاحظہ ہو! مولا کریم فرماتے ہیں:

﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً﴾

[بنی اسرائیل : ۱۲]

"ہم نے رات اور دن کو دو عدد نشانات بنا دیا۔ پھر (ہم یوں کرتے ہیں کہ) رات کے نشان کو مٹا دیتے ہیں اور دن کا نشان کہ جس میں دیکھا جا سکے اسے ظاہر کر دیتے ہیں۔"

قارئین کرام! رات کے بعد دن، دن کے بعد رات اور یہ سلسلہ دو نشانوں کا جاری و ساری ہے۔ رات دن کو مٹا رہی ہے اور دن، رات کو مٹا رہا ہے۔ یہ جو دونوں مسلسل ایک دوسرے کو مٹانے کی گیم کھیل رہے ہیں۔ اس گیم کو لگتا ہے کوئی دیکھ رہا ہے اور آنکھوں دیکھی گیم بتلا رہا ہے۔ آج کے دور کی سائنس نے ہمیں بتلایا کہ زمین اس طرح گھوم رہی ہے جس طرح لٹو گھومتا ہے۔ زمین کا لٹو اپنے گھماؤ کا ایک چکر چوبیس گھنٹوں میں پورا کرتا ہے۔ اس دوران اس کا جو حصہ سورج کے سامنے نہیں ہوتا وہاں رات ہوتی ہے۔ اندھیرا ہوتا ہے اور جوں ہی اندھیرے والا حصہ سورج کے سامنے آتا ہے تو یہاں دن ہو جاتا ہے اور جہاں کچھ وقت پہلے دن تھا وہ رات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

رات اور دن کے درمیان جو آنکھ مچولی جاری ہے، لاکھوں سالوں سے جو گیم جاری ہے اس گیم کو خلانوردوں نے اس وقت دیکھا جب وہ خلاء میں گئے اور جب سیٹلائٹس نے ویڈیوز بھیجیں تو زمین پر رہنے والے انسانوں نے بھی اس گیم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ وہ نقشہ جو قرآن نے بیان فرمایا، اس میں اور آج کا وہ نقشہ جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، دونوں کو ایک ہی پایا۔

لوگو! ہم نے تو سائنسی آلات سے حقیقی منظر کو آج انیسویں صدی کے آخر میں اور اکیسویں صدی کے آغاز میں دیکھا۔ میرا سوال یہ ہے کہ چودہ سو سال قبل میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ نے اس منظر کو کیسے دیکھا؟ ہم بتلا چکے کہ تب تو وہ معاشرہ ہی ان پڑھ تھا۔ اس معاشرے میں نشوونما پانے والے میرے حضور ﷺ نے اتنی بڑی سائنسی حقیقت کو ایسے بیان فرمایا کہ وہ آنکھوں سے دیکھی ہوئی حقیقت ہے۔

ہاں! ماننا پڑے گا کہ جس محمد کریم ﷺ نے یہ حقیقت بتلائی ان کو خود اللہ تعالیٰ نے بتلایا اور جب اللہ نے بتلایا..... تو اللہ تو صرف اپنے رسول ہی کو بتلاتا ہے۔ ہاں ہاں! سورج اپنی گیم کھیل کر بتلا گیا کہ زمین پر میری گیم کا انکشاف کرنے والے محمد کریم ﷺ اس رب کے سچے رسول ہیں، جس نے سورج پیدا فرمایا۔ میرے حضور ﷺ نے تمام انسانوں کو ان کے خالق کا پتا بتلا دیا۔ نشان سے آگاہ کر دیا۔ جو نشان پا کر بھی حضرت محمد کریم ﷺ کو اپنا محسن نہ مانے اس سے بڑا بدقسمت کون ہوگا؟

زمین کا لباس:

زمین خود تو ایک بیضوی یعنی انڈے کی شکل کا گیند ہے۔ اس کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہے، یعنی اس کی اپنی اصلیت یہ ہے کہ زمین اندھیرے میں ڈوبا ہوا ایک سیارہ ہے۔ ستاروں کی روشنی اس پر پڑتی ہے تو وہ معمولی سی ہے۔ چاند جب اپنی چمک کے دنوں میں تابانی دکھلاتا ہے تو اس کی ہلکی سی روشنی بھی اس پر پڑ جاتی ہے۔ الغرض! اندھیرے میں ڈوبے ہوئے اس سیارے یعنی زمین پر جب سورج کی روشنی پڑتی ہے تو زمین کا وہ حصہ جو سورج کے سامنے ہوتا ہے وہ روشنی کی شدت سے اس قدر روشن ہوتا ہے کہ حرارت سے گرم ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں زمین کو جو کوئی خلاء سے یا خلاء سے بھی دور کہیں سے دیکھتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ زمین نے اپنی تاریک اصلیت کو چھپانے کے لیے اپنے ایک حصے پر انتہائی چمک دمک والا روشن ترین لباس پہن رکھا ہے۔ اس لباس کے پہنتے ہی اس کا حسن دکھائی دینے لگتا ہے۔ اس کے پہاڑ، ریگستان، سمندر اور ہرے بھرے جنگلات نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

اب زمین کو دور سے جو دیکھ رہا ہے اسے نظر آ رہا ہے کہ زمین کا لباس اتر رہا ہے۔ اس کی کھال کھینچی جا رہی ہے۔ یہ سفید و تابناک کھال اور لباس اتر رہا ہے اور زمین اپنی

اصلیت یعنی اندھیرے میں ڈوب رہی ہے۔ زمین کے ہر حصے کے ساتھ ایسا تسلسل کے ساتھ ہوتا جا رہا ہے۔ زمین کا یہ لباس کون اتار رہا ہے؟ کھال کون کھینچ رہا ہے؟ حضرت محمد کریم ﷺ بتلاتے ہیں کہ زمین کے ساتھ یہ طرزِ عمل جو ہو رہا ہے۔ اسے وہ خالق کر رہا ہے جو میری طرف قرآن بھیج رہا ہے، اس قرآن میں میرا رب مجھے بتلا رہا ہے!

﴿وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ﴾ [يٰسٓ: ۳۷]

"ان لوگوں (خاص طور پر سائنس دانوں) کے لیے ایک نشانی رات کی بھی ہے۔ ہم اس سے دن (کی کھال) کو کھینچ اتارتے ہیں۔ تب (ہمارے ایسا کرنے سے) یہ سارے لوگ اندھیرے میں چلے جاتے ہیں۔"

اللہ اللہ! اتنا بڑا سائنسی نظارہ چودہ سو سال پہلے کس نے دیکھا؟ کس نے بتلایا! ہاں ہاں! پیدا کرنے والے اللہ نے یہ نظارہ اپنے آخری رسول ﷺ کو بتلایا اور کتاب و سنت سے ثابت ہوا ہے کہ نظارہ کروا بھی دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ساتویں آسمان پر بلوایا تو میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ یہ سارے نظارے کرتے جا رہے ہوں گے یعنی میرے رب نے نظارہ کروا بھی دیا اور میرے حضور ﷺ کی زبان سے اس نظارے کو ادا بھی کروا دیا۔

اے دنیا بھر کے سائنس دانو! قرآن مجید میں اس نظارے کے لیے عربی زبان میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ "نَسْلَخُ" ہے۔ اس لفظ کا مادہ یعنی اصلیت "سَلَخَ" ہے، اس کا معنی ہے۔ بکری کے بچے کی کھال اتارنا۔ عورت کا قمیص اتارنا۔ سانپ کا پرانی کھال یعنی کینچلی کو اتار دینا۔ جی ہاں! زمین گھوم رہی ہے۔ اس پر دن کی جو کھال چڑھ گئی تھی وہ اتر رہی ہے اور زمین اندھیرے میں ڈوب رہی ہے۔ زمین گردش کر رہی ہے، اس پر سے چمکتا دمکتا روشن کرتا اتر رہا ہے اور وہ تاریکی کی نظر ہو رہی ہے۔ زمین سانپ کی طرح کنڈل مارے ہوئے ہے، اس کے اوپر کی کھال اتر رہی ہے اور سانپ اپنے کنڈل میں

زمین کی اصلیت اندھیرا ہے۔ اس پر سورج کی روشنی یوں
اپنا آغاز کر رہی ہے جیسے زمین نے شوخ لباس پہننا شروع کر دیا ہو۔
اس خلائی منظر کے جو نقشے آج سامنے آ رہے ہیں وہ سارے نظارے
اس قرآن نے چودہ سو سال قبل بتلا دیے جو
حضرت محمد کریم ﷺ پر نازل ہوا۔

حرکت کرتا ہوا گھومتے جا رہا ہے۔ ساتھ ساتھ اس کی اصل کھال نیچے سے ظاہر ہو رہی ہے۔

جی ہاں! دور خلاؤں میں جو زمین کو دیکھ رہا ہے وہی ایسا حقیقی نقشہ کھینچ سکتا ہے۔ وہ دیکھنے والا اللہ ہے اور چودہ سو سال قبل اپنے آخری رسول ﷺ کو بتلا رہا ہے۔ وہ رسول کہ جن کا دنیا میں کوئی استاذ نہ تھا۔ ثابت ہو گیا۔ ان کا استاذ وہ اللہ تھا جس نے اتنی بڑی سائنسی حقیقت سے اپنے رسول ﷺ کو آگاہ کیا۔ دیکھ لو! آج کے دور میں اکیسویں صدی کے زمانے میں خلاء میں یہی منظر بالکل اسی طرح سے دکھلائی دیتا ہے۔ یوں دیکھ کر بھی میرے حضور ﷺ کو نہ مانو، اے سائنسی دور میں رہنے والو! تو پھر کہنا پڑے گا کہ اپنے آپ کو روشن خیال کہلانے والوں کا دل روشن نہیں ہوا۔ اندھیرے میں ڈوب گیا ہے۔ دعا ہے اے اللہ! میرے حضور ﷺ کی زبان سے نکلنے والے سدا بہار روشن جملوں سے ان لوگوں کا دل روشن کر دے۔ (آمین)

سر پر پگڑی:

سر پر ایک مخصوص انداز سے جب کپڑا لپیٹا جاتا ہے تو اسے پگڑی کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس پگڑی کو ''عمامہ'' بھی کہا جاتا ہے اور ''مِکْوَرَۃٌ'' بھی کہا جاتا ہے۔ جس طرح زمین کی اصل اور فطری حالت سیاہ اندھیرا ہے اسی طرح عام طور پر انسان کے سر کے بالوں کی اصلی اور فطری حالت بھی سیاہ ہوتی ہے۔ قارئین کرام! اب اگر آپ کے سر کے بال سیاہ ہیں اور آپ کے سر کا سائز بھی قدرے بیضوی ہے، یعنی زمین کے سائز سے مشابہت رکھتا ہے تو آپ اپنے سر پر ململ کا باریک سفید کپڑا لپیٹنا شروع کر دیں۔ کپڑا لپیٹتے ہوئے آپ کا ہاتھ سر کے جتنے حصے پر کپڑا لپیٹ لے گا اتنے حصے پر گویا دن روشن ہو گیا۔ اندھیرا نیچے دب گیا اس عمل کو عربی زبان میں ''تکویر'' کہا جاتا ہے۔ زمین پر تکویر کا یہ کام کون کرتا ہے۔ حضرت محمد کریم ﷺ قرآن کی زبان میں سائنس دانوں اور دانشوروں کو

بتلاتے ہیں کہ یہ کام اللہ کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ﴾

[الزمر : ٥]

''وہ اللہ رات کو (پگڑی بنا کر) دن پر لپیٹ دیتا ہے اور دن کو (عمامہ اور مکورہ بنا کر) رات پر لپیٹ دیتا ہے، حقیقت حال یہ ہے کہ اس نے سورج اور چاند کو مسلسل ایک ڈیوٹی پر لگا رکھا ہے۔''

سائنس دان اور خلاء نوردو! زمین پر سورج کے روشن کپڑے کی پگڑی باندھی جا رہی ہے۔ چودہ سو سال پہلے اس پگڑی بندھنے کے نظارے کا منظر کون دیکھ رہا ہے؟ پگڑی کون باندھ رہا ہے؟ ہاں ہاں! حضرت محمد کریم ﷺ بتلاتے ہیں کہ یہ پگڑی ساری کائنات کا خالق باندھ رہا تھا۔ وہ اس منظر کا الہام مجھ پر کر رہا تھا۔ قرآن کی صورت میں وہ منظر میں تم لوگوں کو بتلا رہا ہوں۔

قارئین کرام! اب بھی جو حضرت محمد کریم ﷺ کو خالقِ کائنات کا رسول نہ مانے۔ بتلاؤ! میں اسے سائنس دان کیسے مان لوں؟ میں اسے آج اکیسویں صدی میں دانشور کیسے تسلیم کرلوں؟ آج کے سائنٹیفک دور میں۔ میں اسے عقل مند کیسے کہہ دوں؟ یقیناً ایسے شخص کو سائنس دان اور دانشور کہتے ہوئے ہزار بار سوچنا پڑے گا جو حضرت محمد کریم ﷺ کو خالق کائنات کا رسول نہ مانے۔

چھپن چھپائی اور دوڑ:

خلاء میں ہبل سپیس آبزرویٹری (دوربین) بھیجنے والو! ناسا کے ہیڈ کوارٹر میں دوربین کے بھیجے ہوئے مناظر اپنے کمپیوٹروں پر دیکھنے والو! خلاء میں اپنی آنکھوں سے زمین پر دن رات کے مناظر دیکھنے والے خلا نوردو! آج سے چودہ سو سال قبل۔ ایک آبزرویٹر نے

ایک منظر بھیجا۔ منظر بھیجنے والا کائنات کا خالق ہے، منظر کو لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور بیان کرنے والے وہ ہیں جن کا دنیا میں کوئی استاذ نہیں۔ وہ کسی سے پڑھے نہیں۔ ہاں ہاں! وہ بیان فرماتے ہیں ان کا بیان۔ قرآن نامی کتاب میں درج ہو جاتا ہے، یہ بیان کرنے والی شخصیت کون ہیں؟ ہم بتلائے دیتے ہیں ان کا نام نامی اسم گرامی محمد کریم ﷺ ہے۔ بیان ملاحظہ ہو:

﴿ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ﴾ [الاعراف : ٥٤]

''وہ اللہ رات کا پردہ دن پہ ڈالے چلا جاتا ہے، جب کہ دن تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے بھاگتا چلا آتا ہے۔''

غور فرمائیے! زمین اپنے محور پر متواتر گھومتی چلی جاتی ہے۔ اب اس کا جو حصہ سورج کے سامنے ہے وہ دن ہے۔ جب یہ حصہ آگے بڑھتا ہے تو بڑھتے ہی وہ رات بن جاتی ہے۔ آبزرویٹر اس کو یوں دیکھتا ہے جیسے رات نے اس پر پردہ ڈال دیا ہے اور رات پردہ ڈالتے چلی جا رہی ہے۔ دن بھی اس کی کہاں جان چھوڑنے والا ہے۔ جوں ہی رات یعنی زمین کا اندھیر حصہ آگے بڑھتا ہے تو دن بن جاتا ہے۔ یہ دن اس کے پیچھے بھاگتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ الغرض! یہ تیز تیز پیچھے بھاگتا چلا جاتا ہے تو رات اس پر سیاہ چادر کا پردہ ڈالے چلی جاتی ہے۔ دونوں کے مابین چھپن چھپائی اور ایک دوسرے کو پکڑنے کا کھیل جاری ہے۔ سبحان اللہ! کس قدر شان دار منظر کشی ہے۔ سائنسی حقیقت کو واشگاف کرنے کی اور واشگاف کروا رہا ہے میرا مولا۔ اپنے آخری رسول ﷺ کی زبان مبارک سے۔ مولا کریم فرماتے ہیں:

﴿ وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾

[الأنعام : ١٠٥]

''میرے رسول (ﷺ)! ہم سائنسی دلائل کو مختلف پہلوؤں سے اس انداز کے

ساتھ بیان کر رہے ہیں تا کہ یہ لوگ تجھے کہہ اٹھیں کہ جناب نے تو کسی سے پڑھ لکھ لیا ہے۔ ہاں ہاں! ایسا کرتے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس (قرآن کے سائنسی دلائل) کو ایسے لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو (سائنسی علوم) کو جانتے ہیں۔''

اللہ اللہ! اتنے بڑے بڑے سائنسی حقائق جب بیان کیے جائیں گے۔ پردے اٹھائے جائیں گے تو کئی دانشوروں کو کہنا پڑے گا۔ سائنس کا معنی علم ہے۔ علم سے آگہی رکھنے والوں یعنی سائنس دانوں کو بولنا پڑے گا۔ خرد مندوں اور عقل مندوں کو اپنی زبان کو گھمانا ہوگا۔ الفاظ کو فضاؤں کی نذر کرنا ہوگا کہ محمد کریم ﷺ نے تو کسی سے پڑھا ہے۔ تعلیم حاصل کر لی ہے۔ بھلا ایسے عالیشان حقائق وہ شخص کیسے بیان کر سکتا ہے جو کسی سے پڑھا ہوا نہ ہو۔ اس کا کوئی استاذ نہ ہو؟

اے سائنس دانو! ہاں ہاں! میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ کا دنیا میں کوئی استاذ نہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں۔ پھر استاذ کون ہے؟ جی ہاں! استاذ ہے اور وہ رب العالمین ہے۔ احسن الخالقین ہے۔ غنی عن العالمین ہے۔ وہ بتلا رہا ہے۔ ایک حقیقت کو مختلف پہلوؤں سے بتلا رہا ہے۔ یہ اسلوب خاص طور پر ایسے لوگوں کے لیے اختیار کیا گیا ہے!

﴿وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ [الأنعام: ١٠٥]

''اور تا کہ اس قرآن (کے دلائل) کو ایسے لوگوں کے لیے واضح کریں جو جانتے ہیں۔''

اے سائنس دانو! یہ ایسے لوگ بطور خاص تم لوگ ہو۔ امریکہ اور یورپ کے سائنس دانو! چین اور جاپان کے سائنس دانو! آسٹریلیا اور روس کے سائنس دانو! تم لوگ چونکہ سائنس کی ترقی میں سب سے آگے ہو، اس لیے تم خاص طور پر قرآن کے مخاطب ہو۔ قرآن بھیجنے والے رب کریم کے مخاطب ہو۔ قرآن بیان کرنے والے حضرت محمد کریم ﷺ

کے مخاطب ہو۔ اے سائنس دانو! زمین پر دن رات کی تبدیلی کے چار رخ اور پہلو آپ کے سامنے واضح ہو چکے۔ آیئے! اب آپ کو پانچواں پہلو دکھاتے ہیں۔

ادل بدل:

حضرت محمد کریم ﷺ اپنے رب تعالیٰ کا الہام بیان فرماتے ہیں:

﴿يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ [النور: ٤٤]

''اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو ادل بدل کرتا رہتا ہے۔ بے شک اس (ادل بدل کا یہ جو سسٹم ہے) میں بصیرت والوں کے لیے عبرت ہی عبرت ہے۔''

① "عبرا" کے لفظ کے ساتھ جب "الکتاب" کا لفظ آ جائے تو اس کا معنی چپکے چپکے غور کرنا ہوتا ہے۔ اللہ اللہ! ارے سائنس دانو! میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پڑھتے جاؤ۔ چپکے چپکے غور کرتے جاؤ اور پھر!

② آنکھیں ڈبڈباتے جاؤ۔ نمناک کرتے چلے جاؤ، اس لیے کہ "عبرا" کے ساتھ جب لفظ ''عین'' آتا ہے تو اس کا مطلب آنکھوں میں پانی کا بھر آنا ہوتا ہے۔

③ اب چھم چھم آنسو گراتے جاؤ، اس لیے کہ اس کا معنی آنسو گرانا بھی ہے، لہٰذا چاہیے کہ تمھاری آنکھ کے دیدے سے آنسو بہہ نکلے۔ رخساروں پہ موتیوں کی مالا بننے لگ جائے۔

④ "عبرا" کا معنی غمگین ہونا بھی ہے۔ اب غمگین ہوتے چلے جاؤ کہ زندگی کا ایک حصہ حضرت محمد کریم ﷺ پہ نازل ہونے والی پیاری کتاب کو پڑھے بغیر ہی گزر گیا۔

⑤ "عَبِرَ" کے ساتھ جب "نَهر" یا "وَادِیْ" کا لفظ آ جائے تو اس کا معنی دریا کو عبور کرنا اور وادی کو پار کرنا ہو جاتا ہے۔ ارے سائنس دان بھائی! پرانے عقیدے کے دریا کو عبور کر جا۔ آبائی مذہب کی وادی کو پار کر جا۔ قرآن کی بہار میں آ جا۔ حضور محمد کریم ﷺ کی سرسبز و شاداب وادی میں آ جا۔ جھرنوں اور آبشاروں میں آ جا۔ ذرا

دیکھ! آبشار کی آواز آ رہی ہے۔ حضور محمد کریم ﷺ کا قرآن بتلا رہا ہے۔ رات کی جگہ پر دن آ رہا ہے۔ دن کی جگہ پر رات آ رہی ہے تسلسل کے ساتھ ادل بدل ہو رہا ہے۔ "قَلَّبَ" کا معنی الٹ پلٹ دینا ہے۔ اوپر کا منظر نیچے کر دینا ہے۔ نیچے کا اوپر کر دینا ہے۔ "تَقَلَّبَ" کے لفظ کے ساتھ اگر "عَلٰی فِرَاشِہٖ" آ جائے تو اس کا معنی کروٹیں بدلنا ہو جاتا ہے۔

اے سائنس دان! اپنے بیڈ پر لیٹا غور کرتا چلا جا! کروٹیں بدلتا چلا جا۔ کبھی دائیں کروٹ کبھی بائیں کروٹ، کبھی سیدھا لیٹ جا۔ جس طرح تیری کروٹیں بدل رہی ہیں حضرت محمد کریم ﷺ پہ نازل ہونے والا قرآن بتلاتا ہے زمین بھی کروٹیں بدل رہی ہے۔ کبھی رات اور دن ہے۔ دن کا اول وقت چاشت ہے۔ پھر نصف النہار کی کروٹ ہے۔ پھر سہ پہر کی کروٹ ہے۔ پھر غروب آفتاب اور شفق کے پھیل جانے کی کروٹ ہے۔ پھر عشاء اور گھپ اندھیر کی کروٹ ہے، پھر پچھلی رات اور اس میں سے فجر نمودار ہونے کی کروٹ ہے اور پھر طلوع آفتاب کی چمک دار کروٹ ہے۔

سائنس دان بھائی! جس زمین پہ تیرا بیڈ پڑا ہے وہ زمین بھی کروٹیں بدل رہی ہے۔ بیڈ پہ لیٹا تو بھی کروٹیں بدلتا چلا جا۔ سوچتا چلا جا۔ چودہ سو سال پہلے کیا خوبصورت انداز سے حضور محمد کریم ﷺ نے اپنے اوپر آنے والے الہامی الفاظ کو ادا کیا اور دن رات کے ادل بدل کا وہ نقشہ کھینچا کہ زمین کی نہ صرف گولائی ثابت ہوئی بلکہ بیضوی شکل بھی واضح ہوئی۔ زمین کے مختلف خطوں میں کروٹوں کا مختلف انداز واضح ہوا۔ خط استواء پر کروٹ کا انداز اور ہے۔ قطب جنوبی پر اور انداز ہے۔ قطب شمالی پر اور انداز ہے۔ ناروے میں جا کر ذرا (Arura) کا منظر دیکھ۔ الٹرا وائیلٹ (Ultraviolet) شعاعوں کا ذرا انداز دیکھ۔ صدقے اور قربان جاؤں حضرت محمد کریم ﷺ پر کہ جن پر قرآن آیا، سائنٹیفک انداز لایا۔ اکیسویں صدی میں بھی تازہ تازہ بہار دینے والا بن کر آیا اور رہتی دنیا تک یوں ہی

بہار تازہ دیتا رہے گا۔ آ جا! ابدی بہاروں میں داخل ہو جا۔ محمد کریم ﷺ کا کلمہ پڑھ کر حقیقی سائنس دان بن جا۔ ''نور'' کا معنی روشنی ہے۔ ''سورۂ نور'' میں شامل مندرجہ بالا نورانی آیت سے اپنا سینہ روشن کرتا چلا جا۔

ایک دوسرے میں داخل ہونے کا منظر:

زمین لٹو کی طرح گھوم رہی ہے، اس کا اندھیر حصہ یعنی رات پر جب سورج کی روشنی پڑتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے رات دن میں داخل ہو رہی ہے اور جب دن یعنی سورج کی روشنی زمین کے اس حصے میں جاتی ہے جہاں اندھیرا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دن رات میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ وہ منظر ہے جس کی طرف کائنات کا خالق اپنے حبیب حضرت محمد کریم ﷺ کی توجہ مبذول کراتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ﴾ [لقمان : ۲۹]

''(میرے رسول) آپ نے وہ (منظر) دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر رہا ہے اور دن کو رات میں داخل کر رہا ہے۔''

قارئین کرام! مندرجہ بالا آیت کا تعلق جس سورت کے ساتھ ہے وہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اور مکہ میں ہی اللہ کے رسول ﷺ کو رب کریم اپنے پاس ساتویں آسمان پر لے گئے تھے۔ اس واقعہ کو ''معراج'' یعنی آسمانوں کی سیر کہا جاتا ہے۔ معراج کے واقعہ اور مکہ میں نازل ہونے والی آیت کو سامنے رکھیں تو گویا اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو کچھ اس طرح فرماتے نظر آتے ہیں:

''میرے محبوب، میرے دوست! جب میں نے تمہیں اپنے پاس بلوایا تھا۔ فرشتوں کا سردار جبریل تمہارے ہم رکاب تھا۔ کعبہ سے تم چلے تھے۔ ایک ایسے جانور پر بیٹھے تھے کہ جس کی نظر جہاں جاتی تھی وہاں اس کا پہلا قدم پڑتا تھا، اس جانور پر بیٹھ کر آپ القدس

آئے تھے۔ مسجد اقصیٰ میں آئے تھے۔ پھر وہاں سے محو پرواز ہوئے۔ زمین کی فضاؤں کو پیچھے چھوڑ کر خلاء میں آئے تو وہاں رسول میرے! آپ نے دیکھا نہ تھا کہ کس طرح تمہارا رب رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ ہاں ہاں! وہ منظر آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اب آپ زمین پر آ گئے، مکہ سے مدینہ میں آ گئے، لہٰذا میری تعریف یوں کیا کرو!

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [آل عمران: ۲۶، ۲۷]

''یوں بولا اور کہا کرو، میرے اللہ! بادشاہوں کے بادشاہ۔ جناب والا! جس کو چاہتے ہیں بادشاہت دیتے ہیں جس سے چاہتے ہیں چھین لیتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں عزت سے سرفراز فرما دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ذلت سے دوچار کر دیتے ہیں۔ تمام طرح کی خیر اور بہتری جناب کے ہی ہاتھ میں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو آپ ہی تو ہر شے پر مکمل اختیار رکھتے ہیں۔ آپ ہی وہ ذات ہیں جو رات کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ مردے سے زندہ کو نکال دیتے ہیں اور زندہ سے مردے کو نکال دیتے ہو اور جناب جسے چاہتے ہیں بغیر حساب کے ہی عطا فرما دیتے ہیں۔''

اے خلانوردو اور سائنس دانو! خلاء میں خلاء نوردی کر کے زمین کا منظر دیکھنے والو۔ ناسا کے ہیڈکوارٹر میں بڑے بڑے کمپیوٹرز کی سکرینوں پر مناظر دیکھنے والو۔ ذرا دیکھو! غور سے دیکھو۔ جو منظر ہمارے اور تمہارے رب تعالیٰ نے چودہ سو سال قبل اپنے آخری رسول ﷺ کو بتلایا اور دکھلایا وہ منظر آج تم لوگ دیکھ نہیں رہے ہو؟ ہاں ہاں! دیکھ رہے ہو

اور جب دیکھ رہے ہو تو پھر آخری رسول حضرت محمد کریم ﷺ کے واسطے سے۔ حضور ﷺ پر نازل ہونے والے آخری صحیفے قرآن کے وسیلے سے تم بھی مخاطب ہو۔ تمہارا رب تم سے مخاطب ہو رہا ہے۔ تم سے بات کر رہا ہے، قرآن کے ذریعے تم سے کلام کر رہا ہے کہ تم لوگوں نے یہ منظر دیکھا نہیں؟ ہاں ہاں! دیکھا ہے۔ اور جب دیکھا ہے تو پھر قرآن ہی کا ایک منظر دیکھ لو! فرمایا:

﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر: ۱۳]

''(وہ ایسا رب ہے) جو رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے ڈیوٹی پر لگا رکھا ہے۔ سب کا ایک ٹائم مقرر ہے اس ٹائم تک سارے کے سارے بھاگم بھاگ ڈیوٹی دے رہے ہیں ان سب سے کام لینے والا جو اللہ ہے۔ لوگو! وہی تمہارا پالنے والا ہے۔ حقیقی بادشاہت اسی کی ہے۔ باقی تم لوگ۔ اس اللہ کے علاوہ جن ہستیوں کو (مشکلات وغیرہ میں) پکارتے ہو وہ تو اس باریک سے ہلکے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں جو کھجور کی گٹھلی پر ہوتا ہے (تو وہ تمہاری کیا سنیں گے اور کس کام آئیں گے)۔''

اے مسیحی سائنس دانو! ذرا غور کرو۔ حضرت محمد کریم ﷺ اپنی آنکھوں دیکھی سائنسی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں پھر تمہارے عقائد کی اصلاح کرتے ہیں کہ تم لوگ جو سائنس دان ہو۔ مسیحی بھی ہو۔ تم کیسے سائنس دان ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مشکلات میں پکارتے ہو۔ ان کی والدہ محترمہ کا بت بناتے ہوئے۔ پتھر کی مورتی بناتے ہو۔ ان کی گود میں حضرت مسیح کو بچے کی حیثیت سے تھماتے ہو۔ پھر ان دونوں سے فریادیں کرتے ہو۔

تم کیسے سائنس دان ہو؟ عقل سے کام لو۔ یہ دونوں ماں بیٹا بڑے اونچے مقام کے حامل ہیں مگر اللہ کی بادشاہت میں یہ اتنے بھی شامل نہیں کہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو چھلکا ہوتا ہے، اس کے بھی مالک ہوں۔

اے چین و جاپان کے سائنس دانو! تم لوگ جس بدھا کے بڑے بڑے بت بنا کر، پتھری مورتیاں بنا کر ان کے سامنے جھکتے ہو۔ عبادت کرتے ہو۔ چراغ جلاتے ہو۔ دھاگے باندھتے ہو۔ منتیں مانتے ہو۔ فریادیں کرتے ہو۔ وہ تو جب زندہ تھے تب کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک بھی نہ تھے، اب تو انھیں فوت ہوئے بھی صدیاں بیت گئیں۔ تمھارے وہ کس کام آئیں گے؟

مان لو! حضرت محمد کریم ﷺ کے قرآن کی بات۔ مان لو اس حقیقت کو جس کا انکشاف حضرت محمد کریم ﷺ کی زبان سے چودہ سو سال قبل ہوا۔ ہاں ہاں! دن رات میں داخل ہوتا ہے۔ رات دن میں داخل ہوتی ہے۔ زمین کا گھومنا اور گردش ثابت ہوتی ہے تو اس کو تو مانتے ہو۔ مگر جس محمد کریم ﷺ نے چودہ سو سال قبل بتلایا۔ اس میرے حضور ﷺ کو کیوں نہیں مانتے؟ ان کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟ ان کی دی ہوئی سائنسی حقیقت کے ساتھ توحید جیسی لازوال نعمت کو حاصل کیوں نہیں کرتے؟

رات دن میں داخل ہوگئی اور دن رات میں داخل ہوگیا۔ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ گرمیوں میں سورج جلدی طلوع ہوتا ہے اور دیر سے غروب ہوتا ہے، یعنی گرمیوں میں دن لمبا ہوتا ہے...... اس کے برعکس سردیوں میں سورج دیر سے طلوع ہوتا ہے اور جلد غروب ہو جاتا ہے، یعنی سردیوں میں دن چھوٹا ہو جاتا ہے۔ الغرض! گرمیوں میں دن لمبا اور بڑا ہوتا تو سردیوں میں دن مختصر اور چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ سردیوں کی لمبی رات کا ایک حصہ پکڑتا ہے اور اسے گرمیوں کے دن میں داخل کر دیتا ہے۔ جس سے گرمیوں کا دن لمبا ہو جاتا ہے اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے۔ اسی

طرح اللہ تعالیٰ گرمیوں کے لمبے دن کا ایک حصہ پکڑتا ہے اور اسے سردیوں کی رات میں داخل کر دیتا ہے، یوں سردیوں کی رات لمبی ہو جاتی ہے اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے۔

سبحان اللہ! اور یہ کام سارا سال ہوتا رہتا ہے۔ یہ عمل سال کے 365 دن مسلسل جاری رہتا ہے۔ ہر روز غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے ٹائم میں ایک منٹ کے قریب جو کمی بیشی ہوتی ہے تو تسلسل کے ساتھ ہر لمحے دن رات کے ایک دوسرے میں داخل ہونے کا عمل جاری و ساری رہتا ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ یہ عمل سائنسی لحاظ سے کیسے ہوتا ہے۔ آج سائنس نے انکشاف کر دیا ہے۔ زمین سورج کے گرد سال میں ایک چکر پورا کرتی ہے۔ چکر کے دوران زمین اپنے مدار پر بالکل سیدھی نہیں رہتی بلکہ ایک طرف کو جھکی رہتی ہے۔ اسی جھکاؤ کی وجہ سے سال کے کچھ مہینوں میں زمین کے شمال کا نصف حصہ کبھی سورج کے سامنے ہوتا ہے تو کبھی زمین کے جنوبی حصے کا نصف حصہ سورج کے سامنے ہوتا ہے۔ اس سے گرمی، خزاں، سردی اور بہار کے موسم پیدا ہوتے ہیں۔ یاد رہے! اگر زمین اپنی گردش کے دوران سیدھی ہی رہتی۔ جھکی نہ رہتی تو موسموں میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہ ہوتی۔

اللہ اللہ! رات دن میں داخل ہوتی ہے اور دن رات میں داخل ہوتا ہے۔ میرے حضور ﷺ نے قرآن سنا کر لوگوں کو قیامت تک جو آگاہ کیا تو انجام کار بتلا دیا کہ یہ عمل اس لیے ہوتا ہے کہ اس عمل میں زمین کا بیضوی، یعنی انڈے کی شکل میں ہونا ضروری ہے۔ ہاں ہاں! انڈے کی شکل میں ہونا ضروری ہے تو اللہ تعالیٰ نے استدلالی دلیل پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ بات کھول دی۔ واضح فرما دی۔ ملاحظہ ہو!

﴿ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴾ [النازعات : ٣٠]

''اور اس کے بعد زمین کو (انڈے کی شکل میں) پھیلایا۔''

'' اُدْحِيَّة '' کا معنی شتر مرغ کا انڈہ ہے۔ لہٰذا ''دَحٰىهَا'' کا معنی یوں بھی ہو سکتا ہے

کہ اللہ نے زمین کو شتر مرغ کے انڈے کی شکل میں پھیلا دیا۔ جی ہاں! ہم عرض کر رہے تھے کہ زمین کا بیضوی، یعنی انڈے کی شکل میں ہونا ضروری ہے اور اس کا ایک جانب کو جھکاؤ بھی ضروری ہے۔

الغرض! دن اور رات کے ایک دوسرے میں داخل ہونے کا جو عمل ہے وہ اس شکل میں بھی سامنے آتا ہے کہ زمین 24 گھنٹوں میں اپنے مدار کے گرد لٹو کی طرح گھوم رہی ہے۔ اور اس شکل میں بھی سامنے آتا ہے کہ زمین سورج کے گرد سال میں ایک چکر مکمل کرتی ہے۔

صدقے اور قربان جاؤں اس رسول عربی ﷺ پر کہ جس دیس عرب میں سب لوگ ان پڑھ تھے۔ ان بے پڑھوں کے اس دیس میں میرے حضور ﷺ کے استاذ اللہ رب العالمین تھے۔ وہ جو بتلاتے گئے حضور ہم کو سناتے گئے۔ حقائق کا انکشاف کرتے گئے، لہٰذا آج کے سائنسی دور میں، اکیسویں صدی میں ہر منصف سائنس دان کو کلمہ پڑھنا پڑے گا اور خراج تحسین ادا کرتے ہوئے سلام بھیجنا پڑے گا اس رسول نبی امی ﷺ پر کہ جنھوں نے آج منکشف ہونے والے حقائق کو چودہ سو سال قبل ہی منکشف کر دیا تھا۔ جو نہیں مانے گا، اس کی مرضی۔ مگر ایسے سائنس دان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے ضمیر کو جھٹلا رہا ہے جو اسے بار بار کہہ رہا ہے۔ اے سائنس دان بھائی! دیر نہ کر حضرت محمد کریم ﷺ کا کلمہ جلدی پڑھ لے جنھوں نے ایسے حقائق کا چودہ سو سال پہلے انکشاف کر دیا کہ جن تک سسکتے اور رینگتے ہوئے سائنس کی دنیا آج پہنچ رہی ہے۔

خلافت و جانشینی:

خلافت، حکمرانی کے اس نظام کو کہا جاتا ہے جس میں ایک حکمران جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا آجاتا ہے۔ حکمران کو خلیفہ کہا جاتا ہے، یعنی اپنے سے پہلے حکمران کی جگہ سنبھالنے والا۔
" خِلْفَةٌ " کا معنی آنا جانا بھی ہے، یعنی ایک جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا

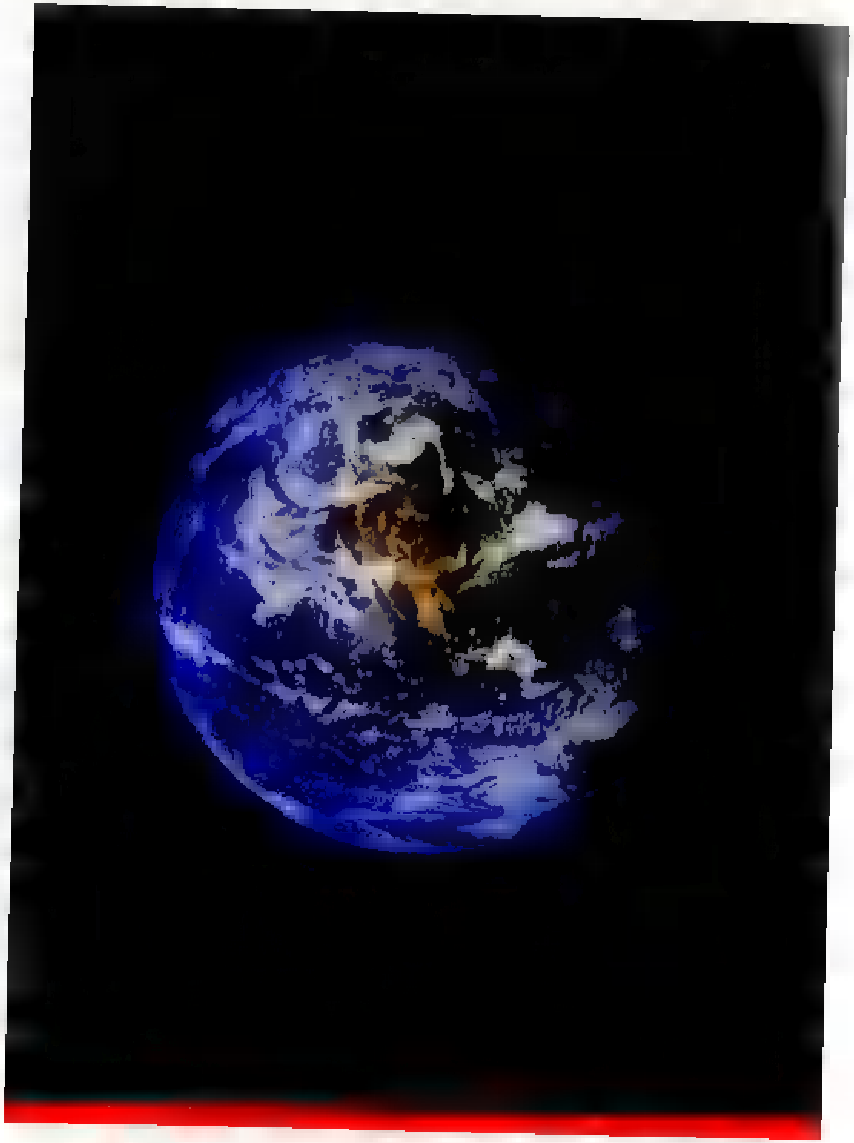

زمین کا ایک خلائی منظر

ہے۔ اس کا معنی اختلاف اور مختلف بھی ہے یعنی سیٹ ایک ہے کبھی اس کو ایک سنبھالتا ہے تو کبھی دوسرا سنبھال لیتا ہے۔ سیٹ اور کرسی سنبھالنے کا یہ اختلاف جاری رہتا ہے۔ ایسا ہی اختلاف رات اور دن کے درمیان بھی جاری رہتا ہے..... کس طرح؟ چودہ سو سال پہلے کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو قدیم ہیں مگر آج بھی جدید ترین ہیں اور قیامت تک جدید ترین رہیں گے۔ یہ الفاظ ادا ہوئے ہیں اس عظیم ہستی کی زبان مبارک سے جو قیامت تک کے لیے رسول ہیں۔ اور چونکہ وہ قیامت تک کے لیے رسول ہیں، اس لیے ان کی زبان سے جو جملے نکلے۔ الفاظ ادا ہوئے۔ وہ الفاظ قرآن میں جگہ پائیں یا حدیث رسول ﷺ کا مقام پائیں وہ جدید ترین رہیں گے۔ رہتی دنیا تک زندہ وتابندہ رہیں گے۔ اب الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ الفاظ حضرت محمد کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے۔ ان الفاظ کو قرآن میں مقام ملا۔ مقام کا نام ''سورۃ الفرقان'' ہے۔ میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ کے مولا پاک نے فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ﴾

[الفرقان : ٦٢]

''حقیقت حال تو یہی ہے کہ اسی (رب تعالیٰ) نے رات اور دن کو بنایا جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے ہیں۔ (یہ سائنسی منظر، اللہ اور محمد کریم ﷺ کا کلمہ پڑھانے والا ہے) ہر اس شخص کو جو عقل سے کام لینا چاہے یا کچھ شکر ادا کرنا چاہے۔''

اے سائنس دانو! حضرت محمد کریم ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کا نام فرقان بھی ہے۔

① فرقان کا معنی ہے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا۔

② فرقان کا مطلب ہے سچ اور جھوٹ کے درمیان امتیاز کرنے والا۔

③ فرقان کا مفہوم ہے۔ سائنسی حقائق اور فضول باتوں کے درمیان دیوار کھڑی کر دینے والا۔

ہاں ہاں! میرے حضور محمد کریم ﷺ جس قرآن اور فرقان کو لے کر آئے، اس قرآن کی سورت فرقان میں مندرجہ بالا آیت نے واضح کر دیا کہ زمین جب اپنے مدار پر گھومتی ہے تو جہاں رات ہوتی ہے اس جگہ پر دن آ جاتا ہے اور جہاں دن ہوتا ہے اس جگہ پر رات قبضہ جما لیتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے جانشین بنتے رہتے ہیں۔ خلافت کا نظام جاری رہتا ہے۔ کرسی وہی ہے مگر اس پہ قبضہ جمانے والے باری باری تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ دونوں کے مابین اختلاف کا عمل جاری رہتا ہے۔ اس منظر کو خلاء میں جو دیکھ رہا ہے وہ رب اپنے رسول ﷺ کو بتلاتا ہے کہ یہ سارا کام اللہ کر رہا ہے۔ میرے رسول (ﷺ)! جب اتنی بڑی سائنسی حقیقت کا انکشاف تیرے ذریعے سے ہو رہا ہے تو اب جس کا دل چاہے وہ ہدایت حاصل کر لے۔ نصیحت اختیار کر لے۔ لوگو! آج سائنس دان اور خلا نورد نے جو منظر دیکھا وہ یہ بھی تو دیکھے کہ یہ منظر چودہ سو سال قبل قرآن کریم کی سورۂ فرقان میں بیان ہو چکا ہے۔ اب چاہیے تو یہ نا کہ وہ اپنی یاد کو قرآن کی یاد دہانی سے ملا لے۔ اگر تھوڑا سا بھی شکر و سپاس کا جذبہ اس کے دل میں ہے تو قرآن کا شکر ادا کرے۔ جس پر قرآن آیا۔ اس محمد کریم ﷺ کا شکر ادا کرنے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ محمد کریم ﷺ کا کلمہ پڑھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھ ڈالے۔

اور اگر وہ اپنے دل کی یاد دہانی کو یادوں کے قصے میں بدل کر بھول جاتا ہے۔ شکر کی ادائیگی کے جذبات کو ناشکرے پن میں بدل کر معمول کی ڈگر پر چل سو چل چلا جاتا ہے تو اسے سائنس دان کیسے کہا جائے گا۔ تب تو اس کے بارے میں پھر یہی کہا جائے گا کہ سائنس دان تو ہے مگر روایتی جکڑ بندیوں میں جکڑا ہوا روایت پرست انسان ہے۔ انقلابی اور حق پرست نہیں ہے۔ دلیر نہیں ہے۔ بزدل ہے معاشرے کی روایت پسندی کا شکار بہت سوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اے ایسے سائنس دان! آیئے تشریف لایئے! صوفے پہ براجمان ہو جایئے! میں تمھارے سامنے اپنے حضور محمد کریم ﷺ کے لائے ہوئے قرآن

کا ایک اور مقام رکھتا ہوں۔ فرمایا:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ [آل عمران: ۱۹۰]

"شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں کہ کائنات کو پیدا کرنے میں اور رات دن کے اختلاف میں عقل مندوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔"

اے سائنس دان بھائی! یہاں رات دن کے اختلاف کی بات مزید واضح کر کے بیان فرمائی دی گئی ہے۔ رات دن دونوں متواتر ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی جگہ سنبھال رہے ہیں۔ اور جب ایسا کر رہے ہیں تو زمین (Rotate) کر رہی ہے۔ اپنے محور کے گرد گھوم رہی ہے اب تو عقل سے کام لے لو۔ عقل سے کام لے کر اس محمد کریم ﷺ کا کلمہ پڑھ لو جس پہ نازل ہونے والی کتاب چودہ سو سال پہلے ایک ایسی سائنسی حقیقت کا انکشاف اس ہستی سے کروا رہی ہے کہ جن کا دنیا میں کوئی استاذ نہ تھا۔ اور وہ ہیں آج کی سائنسی دنیا کے عظیم محسن حضرت محمد کریم ﷺ۔

قارئین کرام! زمین پر رات دن کے ادل بدل کے یہ سات نظارے تھے۔ شان دار سائنسی نظارے جن کے مناظر ہم نے آپ کو قرآن کریم کے صفحات پر دکھائے۔ آیئے! اب آگے چلتے ہیں، زمین سے اپنا سفر ایک نئے، منفرد اور اچھوتے انداز سے شروع کرتے ہیں۔ جایئے گا نہیں۔ ہمارے ساتھ ساتھ رہیے گا۔ ساتھ دینے کا شکریہ!

معراج محمد ﷺ اور سائنس

باب 3

آسمانوں کا سفر

مکہ ٹاور:

قارئین کرام! زمین کے گھومنے کی وجہ سے جو رات دن پیدا ہوتے ہیں ہم نے اس رات دن کے سات مختلف مناظر اور پہلو بیان کیے۔ امریکہ کے خلائی ادارے ناسا (NASA) نے یہ مناظر اپنی ویب سائٹ پر دے رکھے ہیں۔ تصاویر بھی دی ہیں اور ویڈیو کلپس بھی دیے ہیں۔ میں نے ان مناظر کو دیکھا اور بے ساختہ زبان سے نکلا!

① اے اللہ! تیرا قرآن سچا ہے۔

② تیرے قرآن کو بیان کرنے والا تیرا رسول ﷺ بھی سچا ہے۔

③ وہ رسول کہ جن کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔

دنیا میں ہر مذہب کی عبادت گاہیں موجود ہیں، قدیم ترین اور مرکزی عبادت گاہیں موجود ہیں مگر کسی عبادت گاہ میں طواف نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایسی عبادت گاہ صرف ایک ہی ہے جہاں چوبیس گھنٹے طواف ہوتا ہے۔ اس کا نام کعبہ ہے۔ کعبہ سعودی عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں ہے۔ جس طرح ذرے، نظام شمسی اور گلیکسیوں کے اندر گھماؤ کا نظام ہے، طواف کا سسٹم ہے اسی طرح کعبہ کے گرد گھومنے اور چکر لگانے کا نظام ہے۔ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے جائیں تو ایک طواف مکمل ہوتا ہے۔ اللہ نے اپنے رسول حضرت محمد کریم ﷺ کو جب آسمانوں کی سیر کرانے کا فیصلہ فرمایا تو آغاز مکہ ہی سے کیا۔ مکہ مکرمہ دنیا کے سینٹر میں ہے۔ براعظم یعنی خشکی کے ٹکڑے جو سات ہیں ان ساتوں براعظموں میں مکہ شہر کو جغرافیائی طور پر درمیان میں واقع ہونے کی پوزیشن حاصل ہے۔ اس کو یہ پوزیشن اس لیے دی گئی ہے تاکہ ساری دنیا کے لوگ بآسانی یہاں آسکیں۔ کچھ عرصہ پہلے مسلمان سائنس دانوں کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں انھوں نے تجویز دی کہ مکہ کو جو جغرافیائی

پوزیشن حاصل ہے اس کا سائنسی تقاضا یہ ہے کہ مکہ کے ٹائم کو دنیا کا سٹینڈرڈ ٹائم مانا جائے، چنانچہ اس تجویز کے بعد شاہ عبد اللہ خادم الحرمین الشریفین نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے ساتھ مکہ ٹاور بنوایا۔ اس ٹاور پر دنیا کی سب سے بڑی گھڑی فٹ کروائی۔ اب عدل و انصاف اور سائنسی و جغرافیائی حقائق کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا مکہ ٹاور کے ٹائم کو سٹینڈرڈ ٹائم تسلیم کرے۔ آج نہیں تو کل یہ ٹائم قبول کرنا ہی پڑے گا۔ ان شاء اللہ!

براق کی سواری:

ہمارے حضور حضرت محمد کریم ﷺ جب کعبہ شریف کا رخ کرتے تو عموماً کعبہ کے گرد سات چکر لگاتے حجر اسود سے آغاز کرتے۔ دائیں سے بائیں طواف شروع کرتے۔ آج پھر اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے ہیں۔ محسوس یہی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حسب معمول طواف فرمایا اور پھر حطیم کے اندر آ کر لیٹ گئے۔ آرام فرمانے لگ گئے۔ حطیم دراصل کعبہ ہی کا حصہ ہے۔ قریش نے جب کعبہ کو تعمیر کیا تو چونکہ یہاں حلال اور پاکیزہ پیسہ خرچ کیا تھا، لہٰذا وہ حلال پیسہ کم پڑ گیا جس کی وجہ سے انھوں نے کعبہ کا ایک حصہ چھوڑ دیا اور باقی تعمیر کر لیا۔ اس چھوڑے ہوئے حصے کو حطیم بھی کہا جاتا ہے اور ''الحجر'' بھی کہا جاتا ہے۔

ہمارے حضور ﷺ یہاں لیٹے تھے کہ فرشتوں کے سردار حضرت جبریل ؑ آ گئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ان کے پاس ایک جانور تھا جو جسامت میں خچر سے ذرا کم اور گدھے سے بڑا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اس کا نام ''براق'' تھا۔ رنگ اور نام بتلانے کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی یہ خصوصیت بھی بیان فرمائی کہ جہاں اس کی نظر پڑتی تھی وہاں وہ اپنا قدم رکھتا تھا۔

قارئین کرام! ہم میں سے ہر انسان کی نظر چاند پر بھی پڑتی ہے جو زمین کے قریب ترین ہے۔ سورج پر بھی نظر پڑتی ہے سورج ہم سے 149.6 ملین کلومیٹر دور ہے۔ ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ ڈیڑھ سو ملین کتنا بڑا فاصلہ بن جاتا

مکہ ٹاور

جسے شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود ؒ نے ''حرم مکی'' کے ساتھ تعمیر کروایا۔
اس پر دنیا کی سب سے بڑی گھڑی نصب کر دی۔ دنیا کو یہ پیغام دیا کہ
جغرافیائی اور سائنسی اعتبار سے مکہ کا ٹائم ہی دنیا کا سٹینڈرڈ ٹائم ہے۔

ہے۔ الغرض! ہماری نظر تو سورج سے بھی آگے جاتی ہے۔ رات کے وقت آسمان پر کہکشاں کو دیکھتی ہے جس کا نام ’’ملکی وے‘‘ رکھا گیا ہے اور یہ ملکی وے ہم سے اربوں نوری سالوں کے فاصلے پر واقع ہے لیکن جب ہم قدم اٹھاتے ہیں تو ہمارا قدم تو بس زمین کے ساتھ چمٹ کر رہ جاتا ہے۔ اس کا فاصلہ محض ایک دو فٹ کے درمیان ہوتا ہے۔ یعنی نظر ہماری اربوں نوری سالوں کے فاصلے پر اور قدم کی رفتار ایک سیکنڈ میں ایک سے دو فٹ تک اور وہ بھی صرف زمین پر۔

اب تصور کیجیے! ہمارے آخری رسول حضرت محمد کریم ﷺ کو جو جانور لے کر جائے گا اس کا نام ’’براق‘‘ ہے۔ براق ’’برق‘‘ سے ہے جس کا معنی بجلی یا روشنی ہے۔ روشنی کی رفتار تین لاکھ کلو میٹر فی سیکنڈ ہے اگر اس براق کی آنکھ بجلی کی رفتار سے دیکھے اور اس رفتار کے مطابق اس کا وہاں قدم جائے تو تصور کیجیے کہ اس کی رفتار کیا ہو گی؟

بہر حال! رفتاریں ساری مادی ہیں، جبکہ ہمارے حضور ﷺ کا معراج تو معجزہ ہے۔ معجزہ وہ ہوتا ہے جہاں مادیت کی آنکھ پہنچ نہ سکے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ براق کی جو بجلی ہے وہ معجزانہ بجلی ہے وہ ہماری عقل سے ماوراء ہے۔ ہماری سوچ سے کہیں بلند و بالا ہے۔ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی سفید سواری۔ اس کی رفتار مولا کریم کی خصوصی معجزانہ رفتار۔ اس کا قدم کیسا ہے؟ ہمارے سمجھانے کو قدم ہے وگرنہ اس کی حقیقت اللہ ہی بہتر جانتے ہیں، تاہم جہاں اس کی نظر پڑے وہ نظر آسمان کی وسعتوں کو چیر کر گزر جائے تو وہاں اس کا قدم موجود ہو۔ اللہ اللہ! رفتار کا کیا عالم ہو گا۔ اس براق کی رفتار کا جو میرے حضور ﷺ کی سواری ہے۔ اللہ ہی بہتر جانے۔

سوار کی تیاری:

جب کوئی مسافر سفر کا ارادہ کرتا ہے تو اپنی سواری تیار کرتا ہے، پھر سواری پر سوار

ہونے والا اپنے آپ کو بھی تیار کرتا ہے۔ سواری گھوڑے کی بھی ہو سکتی ہے۔ گاڑی کی بھی، اور سمندر میں کشتی اور بحری جہاز کی بھی۔ اسی طرح ہوا میں ہوائی جہاز پر بیٹھنے کی بھی۔ ہیلی کاپٹر اور بمبار طیاروں کے سوار پیرا شوٹ ساتھ رکھتے ہیں تاکہ کسی حادثے کی صورت میں چھتری کو استعمال کرتے ہوئے حفاظت کے ساتھ زمین پر اتر جائیں۔ جب کوئی مسافر خلاء میں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ خلائی شٹل کے ذریعے خلاء میں جاتا ہے۔ چونکہ خلاء میں زمین کی کشش ختم ہو جاتی ہے۔ اپنی طرف کھینچنے یا اپنے ساتھ چمٹائے رکھنے کی قوت مفقود ہو جاتی ہے، اس لیے خلاء میں خلانورد بے وزن ہو جاتا ہے۔ وہ زمین پر نہیں گرتا۔ وہاں چونکہ آکسیجن بھی نہیں ہوتی لہٰذا وہ سانس لینے کے لیے اپنی کمر پر آکسیجن کا پیک اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ جب وہ خلاء میں جاتا ہے تو اس کا جسم مکمل طور پر خلائی لباس میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے لباس کی بیرونی تہہ واٹر پروف ہوتی ہے۔ وہ بلٹ پروف بھی ہوتی ہے اور آگ سے حفاظت کرنے والی بھی ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو تہہ (Layer) ہوتی ہے وہ دباؤ کو مناسب اور درست رکھنے میں کردار ادا کرتی ہے۔ ہیلمٹ کا بھی ایک کردار ہوتا ہے۔ اس کے دائیں بائیں کیمرے اور روشنیاں ہوتی ہیں۔ الغرض! سوار جیسا سفر اختیار کرتا ہے ویسی ہی تیاری سے بھی لیس ہوتا ہے۔ خلانورد کو کئی ماہ تک خلاء نوردی کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس کے جسم کو خلاء میں وقت کا عادی بنانے کے لیے ویسا ہی ماحول زمین پر دیا جاتا ہے۔ زمین پر خلائی تربیت گاہ میں اس کو تربیت دی جاتی ہے۔ بے وزنی کی حالت میں کام کرنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے۔ چہل قدمی کا اندازہ بتلایا جاتا ہے۔

سائنس دانو اور خلانوردو! زمین پر رات دن پیدا ہونے کے جو سات مناظر ہیں۔ قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ حضور محمد کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ آج آپ لوگوں نے وہ مناظر خلاؤں میں دیکھ لیے ہیں وہ مناظر جس ذاتِ گرامی کی

زبان سے ادا ہوئے، وہ حضرت محمد کریم ﷺ ہیں اور انھوں نے ہی بتلایا ہے کہ:

"میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا (جبریل) میرے پاس آیا۔ (اشارہ اپنے سینے کی جانب کرتے ہوئے) اس نے یہاں سے یہاں تک (روایت سنانے والے کے بقول گلے کی ابھری ہوئی ہڈی سے لے کر نیچے تک جہاں بالوں کی لائن ختم ہوتی ہے یعنی ناف سے ذرا اوپر تک) چیر دیا۔ پھر جبریل نے میرے دل کو نکالا۔ پھر سونے کی رکابی لائی گئی جو ایمان سے بھری ہوئی تھی۔ جبریل نے میرے دل کو (اس سے) دھویا، پھر دل کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اور سینے کو اسی طرح کر دیا جس طرح آپریشن سے پہلے تھا۔" (بخاری و مسلم)

ہاں ہاں! اس منظر کو بھی مان لو۔ وہ سات مناظر جس طرح حق اور سچ ہیں، یہ منظر بھی حق اور سچ ہے۔ سرجن ڈاکٹر آپریشن تھیٹر میں سٹیل کی ٹرے رکھتے ہیں۔ اس ٹرے میں آپریشن کے اوزار رکھتے ہیں۔ حضرت جبریل سونے کی ٹرے لائے ہیں۔ کہاں سے لائے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں ویسے تو زمین کے علاوہ بھی کائنات میں سونا بے شمار ہے۔ خلائی ادارے ناسا کی طرف سے (Space) نامی کتاب جو شائع ہوئی ہے اس کے صفحہ 259 پر بتلایا گیا ہے کہ وہ مقامات جہاں ستارے بنتے ہیں وہاں ایسے ستارے بھی دیکھے گئے ہیں جن کے نیوکلس بڑی تیزی کے ساتھ ایسے عناصر میں تبدیل ہو رہے ہیں جن سے سونا اور یورینیم بنتا ہے۔ جی ہاں! کائنات میں کہاں کہاں سونے اور یورینیم وغیرہ کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور لگتے جا رہے ہیں اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ تاہم جو رکابی اور ٹرے حضرت جبریل لائے ہیں وہ یقیناً فردوس سے لائے ہوں گے یا کسی اور خاص مقام سے لائے ہوں گے جہاں کا سونا (Gold) کوئی عام دنیاوی سونا نہیں، کوئی خاص الخاص سونا ہو گا۔ آخر کیوں نہ ہو کہ یہ رکابی حضرت جبریل کے ہاتھ میں ہے اور ابھی اس رکابی میں وہ دل رکھا جائے گا جس دل پہ قرآن نازل ہو رہا ہے۔ رب کا کلام نازل ہو رہا ہے۔ مولا کریم

کا الہام نازل ہو رہا ہے۔ وحی کا پیغام آ رہا ہے۔ سونے کی رکابی خالی نہ تھی اس میں ایمان تھا اور ایمان سے لبالب بھری ہوئی تھی۔ حضور ﷺ کے دل کو اس ایمان کے ساتھ دھویا گیا۔ صاف نظر آ رہا ہے۔ سوار کو خصوصی طور پر تیار کیا جا رہا ہے۔ تیاری کرانے کے لیے حضرت جبریل آئے ہیں اور صدقے قربان جاؤں اس سارے منظر کو میرے حضور ﷺ دیکھ رہے ہیں تبھی تو بیان فرما رہے ہیں۔

آج کے جدید دور میں کسی آدمی کا آپریشن ہو رہا ہو، اسے بے ہوش نہ کیا جائے، صرف آپریشن والے حصے کو ساکت اور سُن کر دیا جائے، آپریشن شروع ہو جائے اور جس کا آپریشن ہو رہا ہے وہ اپنے سامنے لگی سکرین پر سارا منظر دیکھتا چلا جائے۔ آج کے دور میں یہ ممکن ہو گیا ہے۔ ہاں ہاں! یہ تو آلات کے ذریعے ممکن ہوا ہے۔ میرا رب اسباب کا محتاج نہیں وہ اپنے آخری رسول ﷺ کو وہ آپریشن دکھلا رہا ہے جو جناب جبریل علیہ السلام کر رہے ہیں...... لو جناب! آپریشن مکمل ہو چکا ہے۔ میرے حضور ﷺ آسمانوں کی سیر کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔ سواری بھی تیار ہے۔

① میرے حضور ﷺ سوار ہیں۔
② سواری براق ہے۔
③ جبریل علیہ السلام ہم رکاب ہیں۔
④ منزل ساتویں آسمان پر ہے۔
⑤ منزل کا نام ''سدرۃ المنتہیٰ'' ہے۔

پہلی منزل ''القدس'':

تمام سیارے، ستارے، ذرے اور کہکشائیں گھڑی کے مخالف (Anti Clock) یعنی دائیں سے بائیں کو اپنے مدار کے گرد گھومتے ہیں۔ کعبہ کے گرد مسلمان بھی اینٹی کلاک وائز گھومتے ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنے میں ساری کائنات کا ایک ہی انداز اور رنگ ہے۔

میرے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے پوری کائنات کے ساتھ ہم رنگ ہیں۔ کائنات کے ساتھ ہم رنگی اور یک رنگی کا سمبل اور شعار کعبہ ہے۔ اسی کعبہ سے میرے حضور ﷺ براق پہ سوار ہو جاتے ہیں۔ پہلی منزل ایلیا ہے، یروشلم شہر ہے۔ اس کا نام القدس بھی ہے۔ مکہ سے القدس کا فاصلہ ایک ہزار ایک سو اناسی (1179) کلومیٹر ہے۔ یہ فاصلہ کتنے ٹائم میں طے ہوتا ہے۔ سواری اپنے سوار کو کتنے وقت میں لے کر جاتی ہے۔ آیئے! سوار سے پوچھتے ہیں۔ سوار حضرت محمد کریم ﷺ ہیں۔ ان کی زبان سے میرا رب تعالیٰ یوں وقت بتلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا﴾ [الاسراء: ۱]

''پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں کعبہ سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ (وہ مسجد اقصیٰ کہ) جس کے اردگرد کو ہم نے بہت برکت سے نواز رکھا ہے۔ وہاں اس لیے لے گئے تاکہ ہم اس (محمد کریم ﷺ) کو اپنے کچھ نشانات دکھلائیں۔''

میرے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے والو! اللہ کے رسول ﷺ رات کو اٹھ کر جب اپنے مولا کے حضور کھڑے ہوتے تھے۔ تہجد کی نماز ادا کرتے تھے اور لمبا ٹائم قیام و سجود فرماتے تھے تو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کیا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا﴾ [المزمل: ۱ تا ۳]

''میرے چادر اوڑھنے والے! رات کو میرے حضور کھڑا تو ہوا کر مگر ٹائم کم کر لے۔ نصف رات کر لے یا اس سے بھی کچھ کم کر لے۔''

جی ہاں! یہاں ٹائم کا تعین ہے۔ نصف رات کی بات ہے یا آدھی رات سے ذرا کم

کر لینے کی بات اور مشورہ ہے۔ اللہ بھی مشورہ دے رہے ہیں اپنے پیارے رسول ﷺ کو۔ سبحان اللہ! کیا محبتوں بھرا انداز ہے مولا کریم کا اپنے محبوب کے ساتھ۔

لوگو! میرے اور تمھارے مولا کریم جب اپنے رسول ﷺ کو ایک ہزار اور پونے دو سو کلو میٹر کے قریب سفر طے کرواتے ہیں تو وہاں ٹائم کا تعین واضح نہیں فرماتے وہاں "لَیْلًا" کا لفظ مولا کریم لائے ہیں جس کا معنی "رات کا ایک حصہ" ہے، اب چودہ سو سال قبل یہ سفر اگر گھوڑے پر کیا جائے اور گھوڑا روزانہ ایک سو کلو میٹر کا بھی سفر کرے تو یہ سفر بارہ دن کا بنتا ہے اگر اونٹ پر کیا جائے تو ایک مہینے سے اوپر بنتا ہے۔ اس دور میں رات کے ایک حصے میں یہ سفر حیران کر دینے والا تھا۔ آج ہوائی جہازوں اور جیٹ طیاروں کا دور ہے۔ ہوائی جہاز کے ذریعے ایسا سفر حیران کر دینے والا نہیں ہے بلکہ معمول کا واقعہ ہے۔

رات کا ایک حصہ ایک گھنٹہ بھی ہو سکتا ہے۔ ایک منٹ بھی ہو سکتا ہے اور ایک سیکنڈ بھی۔ جی ہاں! سیکنڈ کا ہزارواں حصہ بھی ہو سکتا ہے۔ لاکھواں حصہ بھی اور کروڑواں حصہ بھی ہو سکتا ہے۔ اے سائنس دانو! تم لوگوں نے آج ٹائم کو حصوں میں تقسیم کیا اور اس کے لیے جس کو پیمانہ اور معیار بنایا وہ آنکھ کا جھپکنا ہے، یعنی بنیادی اکائی آنکھ کی جھپک ہے۔ آنکھ ایک بار جھپکتی ہے تو اس میں جو ٹائم لگتا ہے وہ 350,000 مائیکرو سیکنڈز ہیں۔ اسی طرح ٹائم کو ایک مائیکرو سیکنڈ سے چھوٹے حصوں میں بھی تقسیم کیا گیا ہے، میں کہتا ہوں تم لوگوں نے آج یہ تقسیم کی ہے۔ جب کہ وہ قرآن جو میرے حضور ﷺ پر آیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال قبل اپنے رسول ﷺ کو بتلایا!

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ [النحل: ۷۷]

"کائنات کے غیبوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ اور (رہا) قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا حکم تو وہ تو آنکھ کے جھپکنے جتنا یا اس سے بھی کہیں کم وقت لے گا۔ شک

نہ کرو اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"

سائنس دانو! اللہ نے آنکھ جھپکنے سے جو کم وقت کی بات کی اس کے لیے "اَقْرَبُ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اسے عربی میں "افعل التفضیل" کہا جاتا ہے۔ "اَکْبَرُ" بھی اس معنی میں ہے یعنی بہت بڑا..... اب "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" اللہ کتنا بڑا ہے۔ یہ تصور سے باہر ہے۔ اسی طرح وقت اپنے چھوٹے سے چھوٹے پیمانے میں کتنا چھوٹا ہے۔ یہ اللہ ہی جانتے ہیں۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگوں نے مائیکرو سیکنڈ بنایا۔ پیکو سیکنڈ بنایا۔ اس سے بھی چھوٹا پیمانہ آٹو سیکنڈ بنایا۔ یا کٹو سیکنڈ بنایا اور کہا کہ اس کا بھی اربواں حصہ۔

اللہ اللہ! تم لوگ آج ٹائم کی تقسیم کی بات کر رہے ہو میرے اللہ نے چودہ سو سال قبل تقسیم کر دی۔ ہاں ہاں! میرے حضور ﷺ کو لے جانے کا کام اللہ کا کام ہے۔ براق جیسے جانور کی سواری ہے حضرت جبریل جو نوری مخلوق کے سربراہ ہیں۔ فرشتوں کے سردار ہیں وہ سفر کے ساتھی ہوں۔ اور جو سوار ہیں ان کو خصوصی طور پر تیار کیا گیا ہو۔ تو پھر سمجھ یہ آتی ہے کہ "لَیْلًا" رات کا حصہ۔ کروڑواں یا اربواں اور کھربواں حصہ ہی بنے گا۔ اور پھر مولا کریم رات کے ایک حصے میں اپنے حبیب اور خلیل حضرت محمد کریم ﷺ کو لے جانے کا جب ذکر فرمائیں تو آغاز!

"سُبْحٰنَ" کے لفظ سے کریں جس کا معنی ہے کہ یہ کام اس ذات کا ہے جو ان تمام عیوب سے بلند ہے جو مخلوق میں پائے جاتے ہیں۔ ان تمام نقائص اور کمزوریوں سے وہ کہیں اعلیٰ و ارفع ہے جن کا مخلوقات شکار ہیں تو صاف مطلب یوں سمجھ میں آتا ہے کہ مولا کریم اپنے رسول ﷺ کو رات کے ایک سیکنڈ کے اس حصے میں لے گئے ہیں جو نا قابل تقسیم ہے۔ یہ وقت کی اس حد کا نام ہے کہ اس سے آگے وقت ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے "سُبْحٰنَ" کا لفظ استعمال فرمایا اور پھر لے کر وہ سبحان مولا کس کو گیا؟ اپنے بندے کو..... اسی لیے "بِعَبْدِهٖ" کہا۔ ہاں ہاں! بندے کو لے کر گیا۔ یہی تو کمال ہے۔ نوری

ناری کا جانا ہوتو پھر لفظ سبحان کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کے بندے جا رہے ہیں۔ خاص الخاص بندے۔ ایسے بندے جو رب کریم کے خلیل اور حبیب ہیں۔ حضرت محمد کریم ﷺ ہیں۔ روحانی طور پر نہیں جا رہے کہ روحانی طور پر جاتے تب بھی ''سبحان'' کے لفظ کی ضرورت نہ تھی۔ خواب میں جاتے تب بھی ''سبحان'' کے لفظ کی ضرورت نہ تھی۔ لوگو! ہمارے حضور ﷺ گئے۔ رب کے بندے حضرت محمد کریم ﷺ اپنے جسم کے ساتھ گئے۔ اسی لیے سورۂ اسراء کا آغاز لفظ ''سُبۡحٰنَ'' سے ہوا۔ ہاں ہاں! کمال ہے تو اسی میں۔ جمال ہے تو اسی میں، شان ہے میرے حضور ﷺ کی تو اسی میں ہے، اسی لیے ''سورۂ اسراء'' میں ''سُبۡحٰنَ'' کے بعد ''بِعَبۡدِہٖ'' کا لفظ آیا ہے۔

رسولوں کے امام:

حدیث کی کتاب سنن نسائی ہے۔ حضرت انس بن مالک ؓ کی روایت ہے۔ سند صحیح ہے۔ میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ بتلاتے ہیں۔

«ثُمَّ دَخَلْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَجُمِعَ لِيَ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدَّمَنِي جِبْرِيلُ حَتّٰى أَمَمْتُهُمْ» [كتاب الصلوة، ح: ٤٥٠]

''منزل پر پہنچ کر میں بیت المقدس میں داخل ہوا۔ میری خاطر تمام انبیاء کو وہاں جمع کر دیا گیا۔ پھر جبریل نے مجھے آگے کیا اور میں نے نبیوں کی امامت کراتے ہوئے نماز پڑھائی۔''

اللہ اللہ! کیا مقام ہے ہمارے حضور ﷺ کا کہ مولا کریم نے ایک لاکھ اور کئی ہزار رسول اور نبی وہاں جمع کر دیے۔ اس لیے جمع کر دیے کہ سید الاولین والآخرین تشریف لا رہے ہیں استقبال ہو تو بھرپور ہو۔ استقبال ہوا تو تعارف بھی ہوا ہوگا۔ مصافحے اور معانقے بھی ہوئے ہوں گے۔

ہاں ہاں! نماز کی بات۔ رب کے حضور سجدہ ریزی کا مقام آ گیا۔ اذان کس نے دی۔ تکبیر کس نے کہی اس کا تو ذکر نہیں۔ بس نماز ہونے لگی۔ صفیں تیار ہو گئیں۔ اللہ اللہ! کیا منظر ہے۔ ایک لاکھ اور کئی ہزار انبیاء کی صفیں۔ لامحالہ اگلی صف میں جائے امام کے پیچھے حضرت محمد کریم ﷺ ہوں گے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوا العزم رسول ہوں گے۔ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام بھی یہیں نمایاں ہوں گے۔

ہر رسول اور نبی دیکھ رہا ہے کہ نماز کون پڑھائے گا۔ چیف گیسٹ تو حضرت محمد کریم ﷺ ہیں۔ مہمان خصوصی تو رب تعالیٰ کے حبیب ہیں مگر خلیل اللہ علیہ السلام بھی تو یہیں ہیں۔ وہ حضرت محمد کریم ﷺ کے جد امجد ہیں۔ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام بھی تو موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ رب کے لاڈلے رسول ہیں وہ بھی تو یہیں تشریف فرما ہیں۔ دیکھیے! رب کی طرف سے کیا حکم آتا ہے۔ جبریل کس کو آگے کرتے ہیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سوچتے ہی سوچتے کیا دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آگے بڑھے۔ حضرت محمد کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«فَقَدَّمَنِي جِبْرِيلُ»

''جبریل نے میرا بازو پکڑا اور مجھے جائے نماز پہ کھڑا کر دیا۔''

صلوٰۃ اس رسول پر جو امام الرسل بن گئے۔ سلام اس نبی پر جو امام الانبیاء بن گئے۔

ٹائم تھم گیا:

سائنس دانو! ذرا بتلاؤ تو سہی۔ آپ نے کیا سمجھا؟ میں نے تو یہ سمجھا کہ اب وقت تھم گیا۔ ٹائم رک گیا۔ اب جناب جبریل ہمارے امام الانبیاء کو ایسے جہان میں لے آئے جہاں ٹائم کے دھارے پہ چلتے ہوئے ماضی کا زمانہ سامنے آن موجود ہوا۔ ایسے جہان میں

جب ہمارے حضور کو لے جایا گیا تو وہاں حضرت محمد کریم ﷺ تمام انبیاء کے امام بن گئے۔

اے سائنس دانو! آپ ہی نے بتلایا ہے کہ اگر ایک کہکشاں ہم سے 12 ارب نوری سال دور ہے۔ اس کی روشنی جو ابھی ابھی ہم تک پہنچی ہے تو یہ بارہ ارب نوری سالوں کے فاصلے طے کر کے ہم تک پہنچی ہے۔ روشنی نے یہ فاصلہ جس کی مدت بارہ ارب نوری سال ہے خلاء کے ذریعے طے کیا ہے۔ خلاء (Space) کیا ہے؟ اس کی وضاحت 1915ء میں آئن سٹائن نے کی۔ بیسویں صدی کا سب سے بڑا سائنس دان جس نے ایٹم کو توڑا اور امریکہ کو ایٹم بم بنا کر دیا جو ہیروشیما اور ناگاساکی نامی جاپان کے دو شہروں پر گرایا گیا۔ اس آئن سٹائن کے بارے میں برطانیہ سے شائع ہونے والی کتاب ''کائنات'' (The Universe) کے صفحہ 127 پر لکھا گیا ہے:

Albert Einstein Provided the framework for our modren understanding of the universe in 1915 he Proved that space and time cannot be clearly Seperated and space is itself curved.

کائنات کیسی ہے؟ اس کے بارے میں آج ہمارا جو جدید آئیڈیا ہے اس کا تصور آئن سٹائن نے دیا۔ 1915ء میں انھوں نے ثابت کر دکھایا کہ خلاء اور وقت (Space and time) واضح طور پر الگ الگ نہیں ہو سکتے، نیز یہ کہ سپیس خم دار ہے۔

قارئین کرام! آئن سٹائن نے یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ اگر ٹائم کے دھارے پر ماضی میں جایا جائے تو ایک شخص اپنی پیدائش سے قبل اپنے دادا کو قتل کر سکتا ہے۔ آئن سٹائن یہودی تھا۔ آج بھی یروشلم کی ''عبرانی یونیورسٹی'' میں اسرائیلیوں نے اس کی یاد کے لیے خصوصی شعبہ قائم کیا ہوا ہے جہاں اس کی یادگاری اشیاء بھی ہیں اور اس کے نام پر سائنس کا تحقیقی شعبہ بھی ہے۔ اس یہودی سائنس دان نے نظریہ پیش کیا تو اس میں بھی قتل کی بات کی۔ اور جب ایٹم بم بنایا تو وہ بھی امریکہ کو انسانیت کی تباہی کرنے کے لیے بنا کر

دیا۔ تاہم بیسویں صدی کے اس سب سے بڑے سائنس دان کے انکشافات سے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ایک انقلاب آ گیا۔ یہاں ان کے نظریے کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ٹائم سپیس کے دھارے پہ ماضی میں جایا جا سکتا ہے۔

اکیسویں صدی کا سب سے بڑا سائنس دان برطانیہ کا سٹیفن ہاکنگ ہے، اس نے آئن سٹائن کے نظریے پر تحقیق کو جاری رکھتے ہوئے یہ نظریہ پیش کیا کہ اگر ٹائم مشین بن جائے تو اس کے ذریعے ٹائم سپیس کے دھارے پر پیچھے کو جایا جا سکتا ہے۔ ایسا ہو جائے تو پھر کیا ہو گا؟ سٹیفن ہاکنگ نے ویب سائٹ پر کمپیوٹرائزڈ تصویر بنوائی کہ وہ آئن سٹائن، اسحاق نیوٹن اور دیگر فوت شدہ سائنس دان کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا ہے اور سب آپس میں گپ شپ کر رہے ہیں۔ سٹیفن ہاکنگ کو امریکہ کے صدر اوباما نے اپنے ملک کا سب سے بڑا ایوارڈ دیا ہے۔ آج سائنس کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو خلاء کا تذکرہ کرے۔ کائنات کے جدید سائنسی ماڈل کی بات کرے اور مذکورہ دونوں سائنس دانو کے مذکورہ نظریات پر بات نہ کرے اسے سائنسی طور پر ممکن قرار نہ دے۔ میں کہتا ہوں!

اے سائنس دانو! تم آج جس نظریے کو اپنا رہے ہو۔ جس سوچ کو اختیار کر رہے ہو۔ سوچنے پر تو کوئی پابندی نہیں۔ نظریات بنانے پر کوئی قدغن نہیں۔ میں تو صرف اس قدر پوچھتا ہوں کہ آج اکیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں جب تم ایسا سوچ سکتے ہو تو چودہ سو سال پہلے میرے پیارے حضور حضرت محمد کریم ﷺ کے بارے میں رب تعالیٰ نے جو اعلان کر دیا کہ میں اپنے بندے کو آسمانوں پر لے گیا ہوں تو اس اعلان پر یقین کیوں نہیں کرتے ہو؟ یہ اعلان مولا کریم نے اپنے رسول ﷺ کی زبان سے کروایا ہے۔ اس اعلان کو قرآن کا حصہ بنایا ہے۔ وہ قرآن جو رات دن کی تبدیلی کے نقشے کھینچتا ہے وہ نقشے اور مناظر ایسے ہیں کہ آج تمھارے خلائی سیٹلائٹ ویڈیو فلمیں بھیج کر ان مناظر کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ہاں ہاں! چودہ سو سال قبل بیان کیے ہوئے مناظر درست ہیں تو میرے

حضور ﷺ نے ماضی کے جہان میں جا کر انبیاء کی امامت کروائی ہے یہ بھی درست ہے۔ میرے حضور سارے نبیوں کے امام ہیں یہ بھی درست ہے، یہ بھی معجزاتی سائنس ہے۔ نہ مانو تو پھر تم کیسے سائنس دان ہو کہ ایک بات ماننے پر مجبور ہو جبکہ دوسری کا انکار کرو۔ اگر نہ مانو تو کب تک نہ مانو گے! آؤ! ہم تمہیں آگے لے چلتے ہیں۔

آسمان کی سڑک:

میرے حضور امام الانبیاء کا مقام پا چکے ہیں۔ تمام انبیاء کے ہاتھوں سے اب رخصت ہونے والے ہیں۔ الوداع ہونے والے ہیں۔ براق پہ سوار ہونے جا رہے ہیں اور آسمانوں کی جانب رخ کرنے والے ہیں۔ براق اپنے سوار کو لے کر خلاؤں کو چیرتے ہوئے اپنا سفر شروع کرنے والا ہے۔ یہ خلاء کیا ہے دوبارہ دیکھتے ہیں۔

اے سائنس دانو! آئن شائن کا نظریہ جو خلاء (Space) کے بارے میں تھا آج تم لوگوں نے اسے سائنسی حقیقت مان لیا ہے۔ خلاء اور وقت (Time) کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم تسلیم کر لیا ہے۔ اسحاق نیوٹن جس نے کشش ثقل کو دریافت کیا تھا وہ کشش ثقل (Gravity) بھی خلاء میں موجود ہے۔ یوں آپ لوگوں نے خلاء کو ایک کپڑا (Fabric) قرار دے دیا۔ یعنی خلاء کیا ہے ہمیں نظر نہیں آتا مگر یہ مندرجہ بالا چیزوں کی بنتی سے بنایا گیا کپڑا ہے۔ آپ لوگوں نے اس کپڑے یا خلاء کی جو تصاویر اپنی کتابوں میں شائع کی ہیں وہ جالی دار خلاء ہے، جس میں ستارے اور سیارے گردش کر رہے ہیں۔

آیئے! اب قرآن دیکھیے وہ قرآن جو میرے حضور ﷺ کے دل پہ آتا چلا گیا۔ زبان سے ادا ہوتا چلا گیا۔ آخری کتاب کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ وہ قرآن کہتا ہے۔ ہاں ہاں! چودہ سو سال قبل میرے پیارے حضور ﷺ کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔ ان پڑھ معاشرے کی فضاؤں میں علمی اور سائنسی خوشبوئیں پھیلاتا ہے۔ خلاؤں کی تصویر کشی کرتا ہے۔ اونٹوں

کے سواروں کی سوچوں کو بلندیوں کی جانب لے جاتا ہے۔ فرماتا ہے:

﴿ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴾

[الغاشية: ۱۷، ۱۸]

''یہ لوگ اونٹوں کی جانب کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے کہ اسے کیسے بلند کیا گیا ہے؟''

سائنس دانو! ''سماء'' فضاء ہے اور خلاء بھی ہے۔ ''سماء'' کے لفظ کا ایک صوتی حسن بھی ہے۔ آواز کی خوبصورتی بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ''الف'' پر ''مد'' ہے۔ مد کا معنی کھینچنا ہے۔ یعنی اس لفظ کو کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! لفظ کی ادائیگی میں بھی علم و سائنس کی خوشبو آ رہی ہے۔ جس طرح خلاء کو کھینچ کر بلند اور اونچا کیا گیا ہے، اسے پھیلایا گیا ہے، اسی طرح اس کے لیے عربی میں جو لفظ آیا اسے بھی زبان میں کھینچ کر اور لمبا کر کے فضاء کی نذر کیا جاتا ہے تاکہ جب یہ لفظ کسی کے کان میں جا کر کان کے پردے میں ارتعاش پیدا کرے تو وہ ارتعاش سائنس دان کے دماغ کو اطلاع کرے کہ خلاء کی حقیقت اور ''سماء'' کے لفظ کی ادائیگی کا نظام ایک ہی ذات سے ہو رہا ہے۔ وہ کائنات کا خالق ہے اسی نے خلاء کو بنایا ہے۔ اسی نے خلاء سے متعلق لفظ "سَمَآءٌ" اپنے آخری رسول ﷺ کی زبان مبارک سے ادا کروایا ہے۔

سائنس دانو! یہ خلاء کیسا ہے؟ آیئے! میرے ساتھ ساتھ چلیے قرآن کا ایک اور مقام ملاحظہ کیجیے۔ میرے حضور کی زبان مبارک سے آخری کتاب کے بول سنیے! فرمایا:

﴿ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴾ [الذاريات: ۷]

''قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔''

جی ہاں! خلاء میں راستے ہیں۔ شاہراہیں ہیں۔ یہ شاہراہیں کیسی کیسی ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ زمین پر راستوں کی بہت قسمیں ہیں۔ کچا بھی راستہ ہے۔ پختہ بھی راستہ

ہے۔ کارپٹ روڈ بھی راستہ ہے۔ ریل کی پٹڑی بھی راستہ ہے۔ بلٹ ٹرین کی پٹڑی مقناطیسی ہے۔ سمندر میں بحری جہازوں کے بھی راستے ہیں، یہ سب راستے زمین پر ہیں۔ فضاء میں بھی راستہ ہے۔ اس راستے پر ہوائی جہاز چلتے ہیں۔ ایک ہوائی جہاز وہ ہے جس کی رفتار آواز کی رفتار سے بڑھ جاتی ہے۔ جب اس کی رفتار آواز کی رفتار سے بڑھتی ہے تو اسے آواز کی رکاوٹ کا ٹوٹنا کہا جاتا ہے۔ یعنی (Sound Barrier) ٹوٹ جاتا ہے۔

جب اس رکاوٹ کو توڑتے ہوئے جیٹ جہاز آگے بڑھتا ہے تو فضاء میں اس کی پرواز سے دھماکے سنائی دیتے ہیں۔ یعنی فضاء پھٹتی ہے۔ چیری جاتی ہے۔ جہاز اس کو توڑتا پھوڑتا اور چیرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

خلاء میں راستے کیسے ہیں۔ کتنے ہیں۔ کن کن خصوصیات کے حامل ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ قرآن نے ان راستوں کے بارے میں جو بتلایا ہے اسے سمجھنے کے لیے "حُبُکٌ" کے لفظ کو مزید کھنگالتے ہیں "حُبُکٌ" جمع ہے "حَبّاکٌ" کی۔ اس لفظ کے عرب لغت میں متعدد معانی ہیں۔

① تفسیر ابن کثیر میں ہے امام ضحاک، امام منہال بن عمرو اور دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ یہ وہ لہریں ہیں جو ہوا کے چلنے سے ریت پر پیدا ہوتی ہیں یا ایک جگہ ٹھہرے پانی میں ابھرتی ہیں یا وہ سرسبز و شاداب کھیتی کہ جس پر ہوا چلے تو اس کے پتے، کونپلیں اور ٹہنیاں ایک دوسرے میں گھستی، داخل ہوتی اور نکلنے کا منظر پیدا کرتی ہیں۔ اس میں حسن و جمال بھی ہے اور زینت و رونق بھی ہے۔

② کپڑے کی بناوٹ میں جو دھاریاں ہوتی ہیں ان کو "حُبُکٌ" کہا جاتا ہے۔

(معارف القرآن)

ثابت ہوا یہ "سماء" یعنی خلاء دھاریوں والا یا جالی دار ہے۔ اس میں لہریں ہیں۔ یہ خلاء جو لہردار ہے اس خلاء کو ستارے حسین بناتے ہیں۔ اپنے اپنے راستوں پہ چلتے ہیں۔

خلاء میں سورج کے گرد زمین گردش کر رہی ہے لیکن "خلاء" جالی دار ہے۔
اس جالی کا انکشاف قرآن نے چودہ سو سال قبل کر دیا۔

ہاں ہاں! ارے سائنس دانو! دیکھ لو! تم لوگوں نے آج چودہ سو سال بعد خلاء کو جس تصور میں پیش کیا میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ نے چودہ سو سال قبل اس خلاء کا جو نقشہ کھینچا وہ اللہ کی قسم! کہیں زیادہ جامع، اکمل، مکمل اور شان دار ہے۔ جس رب کریم نے اس سماء یا خلاء کی حقیقت کو اپنے نبی ﷺ کی زبان سے ظاہر فرمایا۔ قربان جاؤں! اس رب نے قسم کھا کر اس خلاء کی حقیقت کو بیان فرمایا۔ رب قسم کھائے۔ اپنے مصطفیٰ کی زبان سے بیان کروائے اور پھر آج اکیسویں صدی میں سائنس دانوں سے انکشاف کروائے اور اے سائنس دانو! اب بھی میرے حضور ﷺ کو نہ مانو۔ میرے حضور ﷺ کا کلمہ نہ پڑھو تو یارو! تم کیسے سائنس دان ہو؟ میں تمھیں کیسا سائنس دان کہوں؟ ایسا سائنس دان کہ جو حقیقت کھلنے پر بھی روایت پرست ہو۔ ریت پرست ہو۔ عادت کا عادی ہو۔ پرانی روایتوں کو چھوڑنے پر قادر نہ ہو۔ ہاں ہاں! جو ایسا ہو دنیا اسے کیسے سائنس دان مانے۔ تم ہی بتلاؤ! تمھارا ضمیر تمھیں سائنس دان مانتا ہے؟ پوچھو تو، جواب لو۔ اور پھر جواب مل جائے تو امیر حمزہ کو بھی آگاہ تو کرو۔ پھر میں دیکھوں کہ تمھارا ضمیر کیسا ہے۔ زندہ ہے یا مردہ ہے۔ انصاف پسند ہے یا انصاف کو ذبح کرنے والا؟

محفوظ چھت کی جانب:

میرے حضور ﷺ کی سواری ہوشیار ہے، سوار جو حضرت محمد کریم ﷺ ہیں وہ پا بر کاب ہیں، جناب جبریل جو براق کے لگام بردار ہیں وہ بھی تیار ہیں۔ بس سواری چلنے ہی والی ہے۔ اپنے گھر سے نکلنے ہی والی ہے۔

وسیع و عریض کائنات میں زمین ہمارا گھر ہے، ہر گھر کا ایک فرش ہوتا ہے اور ایک چھت ہوتی ہے۔ فرش اور چھت کے بغیر گھر کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ انسانوں کا گھر زمین ہے۔ انسانیت کے گھر سے انسانیت کے محسن حضرت محمد کریم ﷺ الوداع ہونے لگے ہیں۔ اے انسانو! انسانیت کے جس گھر سے حضور ﷺ نکلنے والے ہیں اس گھر میں رہنے

والے تمام انسانوں کے جو نبی ہیں وہ جمع ہو کر اپنے لیڈر اور امام کو رخصت کرنے ہی والے ہیں۔ آؤ! اپنے اس گھر کا فرش اور چھت تو دیکھ لو۔ میرے حضور ﷺ پہ نازل ہونے والا قرآن اس گھر کے بارے میں کچھ بتلانے والا ہے۔ سنیے! ذرا میرے حضور ﷺ کے مولا کریم کا ارشاد!

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ﴾ [البقرة: ۲۱، ۲۲]

''اے انسانو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا فرمایا اور ان لوگوں کو بھی وجود بخشا جو تم سے پہلے گزر گئے۔ (تمھیں اس تلقین کا مقصد یہ ہے) تاکہ تم (سزا سے) بچ جاؤ۔ وہی تو ہے تمھارا رب جس نے تمھارے لیے زمین کو فرش بنا دیا اور آسمان (فضاء) کو چھت بنا دیا۔''

لوگو، یاد رکھو! جس چھت سے بارش کا پانی ٹپک پڑے وہ چھت تو ہے مگر محفوظ نہیں ہے۔ پانی ٹپکے گا تو گھر کا سامان خراب ہو جائے گا۔ بستروں پہ پڑی چادریں غیر محفوظ ہو جائیں گی۔ اسی طرح جس چھت میں شگاف ہو جائیں تو وہ چھت تو ہے مگر محفوظ نہیں ہے کیونکہ سورج کی گرمی گھر میں جھانکنا شروع کر دے گی۔ اسی طرح ہوا چلے اور گھر کی چھت کے حصوں کو اڑا لے جائے تو وہ بھی چھت تو ہے مگر محفوظ طریقے سے نہیں بنائی گئی کہ ہوا چلنے پر بھی چھت محفوظ رہتی۔ میرے مولا کریم نے انسانوں کے گھر یعنی زمین کی چھت بنائی تو گول یعنی بیضوی زمین کے ہر جانب چھت بنا دی اور محفوظ بنائی، فرمایا:

﴿ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ﴾

[الأنبياء: ۳۲]

''ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا اس کے باوجود یہ لوگ اس کی نشانیوں پر (غور کرنے کے بجائے) منہ پھیر لیتے ہیں۔''

اے سائنس دانو! اب منہ نہ پھیرنا۔ کنی نہ کترانا۔ ذرا غور فرمانا! آپ لوگوں نے ہی تحقیق کر کے ہم لوگوں کو بتلایا ہے کہ زمین کے اردگرد گیسوں کی تہیں لپٹی ہوئی ہیں۔ ان لیئرز کو کون تھامے ہوئے ہے۔ ان کا سہارا کیا ہے۔ آپ لوگوں نے ہی بتلایا ہے کہ زمین کے اندر کشش ہے۔ ہر چیز کو اپنی طرف کھینچنے کی اس کے اندر طاقت اور قوت ہے۔ لہٰذا زمین اپنی کشش کے ساتھ اپنے گرد لپٹی ہوئی (Layers) کو اپنے ساتھ چمٹا کر رکھتی ہے۔ اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے۔ ثابت ہوا جس طرح فرش پہ بنے ستون یا دیواریں چھت کو اپنے اوپر اٹھا کر رکھتے ہیں اسی طرح زمین کی کشش آسمانی لہروں کو اپنے ساتھ چمٹا کر رکھتی ہے۔ اب جو میرے اللہ نے فرمایا کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور پھر محفوظ ترین بنایا۔ محفوظ کیسے؟ اب اس پر بھی غور کرنا!

سائنس دانو! آپ لوگوں نے ہی بتلایا کہ یہ (Layers) بنیادی طور پر سات ہیں۔

① (Troposphere) یہ فضاء میں 9 کلو میٹر تک بلند ہے یہ فضا کی پہلی سطح ہے۔ یہ سب سے زیادہ گرم ہے اس کے اوپر جوں جوں بلندی پر جائیں گے درجہ حرارت کم ہوتا چلا جائے گا۔ ہوا کا دباؤ بھی کم ہوتا چلا جائے گا۔ زمین پر موسموں کی جو تبدیلیاں ہیں وہ سب اسی زون میں پیدا ہوتی ہیں۔ ہوائیں جو بلند اور پست ہوتی ہیں اس کے دامن بھی اسی علاقے میں واقع ہیں۔

② (Tropopause) زمین کے گرد لپٹی ہوئی اس تہہ (Layer) کا فاصلہ 9 سے 51 کلو میٹر تک ہے۔ یاد رہے! جوں جوں زمین سے بلند ہوتے جائیں گے فضائی گیسوں کی یہ تہیں پتلی ہوتی چلی جائیں گی۔

③ (Stratosphere) اس زون میں درجہ حرارت 60 سینٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ اوزون کا علاقہ ہے۔ اسے ''اوزون'' کی سطح یا (Layer) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سطح 31 سے 50 کلو میٹر تک چوڑی ہے۔ ہم زمین پر جو سانس لیتے ہیں تو آکسیجن گیس کو

اپنے اندر کھینچ رہے ہوتے ہیں۔ یہ آکسیجن دو ایٹموں یا دو نظر نہ آنے والے ذرات سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ آکسیجن جو اوزون کے علاقے میں پائی جاتی ہے وہ تین ایٹوں یا تین ذرات سے بنی ہوئی ہے۔ زمین کی پہلی سطح (Layer) کی جو آکسیجن ہے وہ انسان کی زندگی کو قائم رکھتی ہے۔ سانس کو چلائے رکھتی ہے اور جو اوزون کے علاقے میں آکسیجن ہے وہ ہر اس نقصان دہ شعاع، روشنی اور گیس وغیرہ کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے جو انسانوں، حیوانوں یا پودوں کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے۔ وہ مختلف شعائیں جو مختلف ستاروں کی طرف سے آتی ہیں ان کو بھی روک لیتی ہے اور سورج کی طرف سے خصوصاً الٹرا وائیلٹ شعاعوں کو روک لیتی ہے جو نقصان دہ ہوتی ہیں۔ یہ سطح زمین کے باسیوں کو گرین ہاؤس گیس سے بھی بچاتی ہے، نیز رات دن کے درجہ حرارت کو کم کر کے توازن کو برقرار رکھتی ہے۔

اے سائنس دانو! میں پوچھتا ہوں کہ "سَقْفًا مَّحْفُوْظًا" جس کا انگریزی میں ترجمہ (Protected Ceiling) یعنی محفوظ چھت ہے۔ اس محفوظ چھت کی اطلاع قرآن نے چودہ سو سال قبل دے دی جبکہ تم لوگوں نے ریسرچ کر کے آج جو لکھا تو یوں لکھا!

Closer Examination Would also Reveal
A Protective Layer of Ozone

(The Universe : P10)

یعنی قریب ترین ریسرچ نے اوزون کی "محفوظ سطح" کا انکشاف کر دیا۔ اس کے بعد (A Living Planet) کی سرخی جما کر اسی صفحہ پر مزید لکھا گیا ہے!

Many Scientists now Believe that the Custodian of the Planet is life Itself.

"بہت سارے سائنس دان اب ایمان رکھتے ہیں کہ اس زمینی سیارے کا جو نگران

ہے وہ از خود زندہ ہے۔"

جی ہاں! اے سائنس دانو! میرے حضور ﷺ پہ نازل ہونے والے قرآن نے بتلایا اور میرے حضور ﷺ نے اس از خود زندہ رب کریم کا تعارف یوں کروایا:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ﴾

[البقرة: ۲۵۵]

"وہ اللہ ایسی ذات ہے کہ اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ از خود زندہ ہے تمام موجودات کو قائم رکھنے والا ہے۔ اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔"

④ (Stratopause) اس سطح کا فاصلہ 37 سے 60 کلومیٹر ہے۔
⑤ (Mesosphere) اس سطح کا فاصلہ 53 سے 85 کلومیٹر تک ہے۔
⑥ (Mesopause) اس کی سطح 74 سے 120 کلومیٹر کے درمیان ہے۔
⑦ (Thermosphere) اس سطح کا فاصلہ فضاء میں 372 کلومیٹر سے 600 کلومیٹر کے درمیان ہے۔

اے سائنس دانو! ذرا غور کرو! جو مولا کریم قرآن کریم میں بتلا رہا ہے کہ ہم نے "محفوظ چھت" بنائی۔ آسمان میں بنائی۔ وہی رب اسی قرآن میں کہہ رہا ہے کہ میں اپنے رسول ﷺ کو آسمان کی طرف لے جا رہا ہوں۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بات کو تو مانو کہ وہ ٹھیک ہے اور دوسری کو نہ مانو۔ کیوں؟ جناب! ماننا ہے تو دونوں کو ماننا پڑے گا۔ اوزون ایک محفوظ چھت ہے یہ آج کی سائنسی حقیقت ہے تو حضرت محمد کریم ﷺ کا آسمانوں پر جانا بھی معجزاتی سائنسی حقیقت ہے جب ایک بات ثابت ہوگئی تو دوسری خود بخود ثابت ہوگئی، کیونکہ دونوں باتوں کا منبع اور سرچشمہ ایک ہے جب سرچشمہ ایک ہے تو دونوں سائنٹیفک حقیقتیں ہیں۔

سات تہیں (Layers):

اے سائنس دانو! زمین کے گرد سات عدد فضائی تہیں (Layers) ہیں۔ ان کے جو نام آپ لوگوں نے رکھے وہ ساتوں نام ہم نے بیان کر دیے۔ زمین کے گرد ایک ہی چھت کے یہ سات حصے ہیں۔ ہر حصے کا اپنا اپنا کام ہے۔ مرکزی اور اہم ترین حصہ اوزون ہے۔ مزید تحقیق کرتے جاؤ گے تو ساتوں حصوں کی تفصیلات سامنے آتی چلی جائیں گی۔

میرے حضور محمد کریم ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا اس کا 18 واں پارہ ملاحظہ کیجیے۔ سورت کا نام ''المومنون'' ہے۔ اس کا معنی ہے ''ایمان لانے والے لوگ۔'' اب یہاں ایک ایسی حقیقت کا انکشاف ہونے لگا ہے کہ جس کو مانے بغیر چارہ نہیں اور اگر اس کو ماننے بغیر چارہ نہیں تو پھر جن کی زبان سے منکشف حقیقت آپ لوگوں کے سامنے آنے والی ہے، ان کو مانے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ کوئی منزل اور راستہ نہیں رہے گا۔

''سورۃ المومنون'' میں سب سے پہلے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کرنے کا بیان ہے۔ پھر ماں کے پیٹ میں اس کی مرحلہ وار نشوونما کا تذکرہ ہے۔ پھر اس کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اس کے بعد واضح کر دیا گیا ہے کہ موت کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اٹھنا ہو گا۔ اللہ اللہ! وہ رب جو ماں کے پیٹ میں بچے کی پرورش کرتا ہے۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو زمین پر بھی پرورش وہی کرتا ہے جس طرح ماں اپنے بچے کو گود میں لے کر اوپر جھک جاتی ہے دونوں بازو اس پر لپیٹ دیتی ہے۔ دونوں ہاتھ اس پر ڈھال بنا دیتی ہے۔ دونوں ٹانگوں کے درمیان اسے بٹھا لیتی ہے۔ یوں اپنے سات عدد اعضاء کو گود بنا کر اسے محفوظ کر لیتی ہے۔ اسی طرح میرے مولا کریم نے زمین کو انسان کے لیے گود بنا دیا۔ فرمایا:

﴿ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا ﴾ [طٰہٰ : ٥٣]

''(اے انسانو! وہ ہے تمھارا رب) جس نے تمھارے لیے زمین کو گود بنا دیا۔''

زمین کے گرد لپٹی ہوئی وہ سات عدد تہیں (Layers)
جن کا قرآن نے چودہ سو سال قبل ذکر فرمایا
جبکہ سائنس نے ان کا انکشاف آج کیا ہے۔

ہاں ہاں! جس طرح بچے کے لیے ماں کی گود کو محفوظ بنایا اسی طرح زمین کو ایسی گود بنایا کہ اس کے چاروں طرف سات تہیں (Layers) بنا دیں جو انسان کی حفاظت کرتی ہیں۔ ان تہوں کا تذکرہ اب ''سورۃ المومنون'' میں ملاحظہ کیجیے۔ فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴾

[المومنون: ۱۷]

''(اے انسانو!) ہم نے تمھارے اوپر سات تہیں (Layers) پیدا کر دیں، لہٰذا آگاہ ہو جاؤ کہ ہم (اپنی) مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں۔''

قارئین کرام! قرآن میں کئی مقامات پر سات آسمانوں کا تذکرہ ہے۔ یہاں "طَرَآئِقَ" کہا گیا ہے۔ مفسرین نے "طَرَآئِقَ" سے بھی سات آسمان مراد لیے ہیں۔ ہاں! آسمان بھی مراد لیے جا سکتے ہیں لیکن آج کے دور میں میں سمجھتا ہوں کہ اس کی اصل مراد وہ سات تہیں (Layres) ہیں جو زمین کے گرد لپٹی ہوئی ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جنھیں زمین نے اپنی کشش کے ذریعے اپنے ساتھ چمٹا رکھا ہے اور اپنی گود میں پلنے والے انسان کو بیرونی آفات سے محفوظ کر لیا ہے۔

''طرائق'' کا مادہ یعنی بنیادی سرچشمہ " طَرَقَ " ہے۔ پیٹ کی سلوٹوں کو " اَطْرَاقُ الْبَطْنِ" کہتے ہیں۔ جب ماں اپنے بچے کو پیٹ کے ساتھ چمٹا کر جھکتی ہے تو پیٹ میں اوپر تلے سلوٹیں بن جاتی ہیں۔ زمین اپنی سات سلوٹیں بنا کر انسان کو اپنی گود میں چھپا لیتی ہے کہ باہر سے آنے والی کوئی شے نقصان نہ پہنچائے۔ عربی میں "طرائق الدھر" کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ''زمانے کے حوادث'' ہیں۔ یعنی یہ سات تہیں (Layres) ایسی ہیں جو زمین پر رہنے والوں کو ایسے حادثات سے محفوظ رکھتی ہیں جو کائنات کے دیگر علاقوں سے اہلِ زمین کو نقصان پہنچا سکیں۔

اے سائنس دانو! سورۃ المومنون کی اب اگلی آیات ملاحظہ کرو۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم

نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ اس کے ذریعے باغات، کھجور، انگور اور طرح طرح کے پھل اور میوہ جات پیدا فرما دیے۔ گائے، بھینس، اونٹنی اور بکری وغیرہ کے دودھ اور سواریاں پیدا کر دیں۔ اللہ کی قسم! کمال سائنسی انداز ہے ماں کی گود اور زمین کی گود میں کس قدر حسین وجمیل مشابہت ہے۔ ذرا سورۃ المومنون کی ابتدائی 25 عدد آیات پڑھ کر تو دیکھو! میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ان میٹھے مقامات کو ملاحظہ کر کے تو دیکھو۔ شاید کہ میرے حضور ﷺ کی زبان سے نکلنے والی ''سورۃ المومنون'' کی آیات آپ لوگوں کو مومنوں کی صف میں شامل کر دیں۔

اے سائنس دانو! آپ لوگوں نے آج بیسویں اور اکیسویں صدی میں ہم لوگوں کو بتلایا کہ زمین کے گرد سات تہیں (Layres) ہیں۔ ان میں اوزون کا مرکزی کردار ہے کہ وہ نقصان دہ شعاعوں اور تابکاریوں کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے یا روک دیتی ہے۔ یہی بات چودہ سو سال قبل میرے حضور محمد کریم ﷺ کے ذریعے اللہ نے بتلا دی۔ تہوں کی تعداد اور محفوظ چھت کی بات ان کے ذریعے بتلائی جن کا دنیا میں کوئی استاذ نہ تھا۔ ماننا پڑے گا حضرت محمد کریم ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور قرآن الہامی کتاب ہے۔

براق کی پرواز کا آغاز:

میرے حضور ﷺ کعبہ کے سات چکر لگا کر لیتے ہی ہوں گے کہ حضرت جبریل آ گئے۔ وہاں سے سوار ہو کر ''القدس'' میں آئے۔ وہاں سے براق پر تشریف فرما ہوئے۔ سواری پر بیٹھنے کے بعد جو دعا آپ نے سکھلائی۔ قارئین کرام! آیئے! وہ دعا تو ملاحظہ کریں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب سفر کے لیے نکلنے لگتے اور سواری پر تشریف فرما ہو جاتے تو تین مرتبہ " اَللّٰهُ اَكْبَرُ " کہتے پھر یہ دعا پڑھتے:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾ [الزخرف: ۱۳، ۱۴]

« اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِی سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا، وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ »

[مسلم، کتاب الحج، ح: ۱۳۴۲]

''پاک ہے وہ (مولا کریم) کی ذات جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ اے ہمارے اللہ! ہم اپنے اس سفر میں جناب کی خدمت میں نیکی اور پرہیزگاری کی درخواست کرتے ہیں اور ایسے عمل کی درخواست کرتے ہیں جس سے جناب والا راضی ہو جائیں۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہمارے لیے آسان فرما دے۔ اس کی مسافت کو ہمارے لیے سمیٹ کر کم کر دے۔ اے اللہ! سفر کا ساتھی تو ہی ہے اور تو ہی ہمارے پیچھے گھر والوں کا محافظ ہے۔ اے اللہ! ہم سفر کی تکلیفوں سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔ برے منظر کو دیکھنے سے بھی تیری حفاظت چاہتے ہیں اور اس بات سے بھی تیری پناہ میں آتے ہیں کہ جب واپس گھر پلٹیں تو مال اور گھر والوں میں خرابی کی کوئی خبر سنیں۔''

قارئین کرام! میں عالم تصور میں کھو گیا ہوں۔ ہاں ہاں! میرے حضور ﷺ نے یہ دعا پڑھی ہو گی اور آنکھ جھپکنے کے اربویں، کھربویں حصے میں براق نے زمینی اڈے (Launchpad) کو پیچھے چھوڑتے ہوئے خلاء میں نہ جانے کہاں اور کس مسافت پر قدم رکھا ہو گا۔ خلاء میں جب براق کی پرواز گی تو خلاء نے " وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ " یعنی سمٹ کر

کیسے راستہ دیا ہوگا۔ ہماری سوچ وہاں کیسے پہنچ سکتی ہے؟ تاہم سائنس کی دنیا میں اس کا منظر ذہن میں کیسا بنتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ہمیں کچھ حقائق کو جاننا ہوگا۔ آیئے پہلے ملاحظہ کرتے ہیں پھر، آگے چلیں گے!

کائنات پھیل رہی ہے:

اے سائنس دانو! یہ تمھارا سائنس دان بھائی ہے۔ اس کا نام ایڈون ہبل ہے۔ یہ امریکی ہے۔1929ء کی بات ہے۔ کیلیفورنیا کی ریاست میں ایک لیبارٹری میں وہ موجود تھا۔ اس لیبارٹری کا نام ''ماؤنٹ ولسن'' تھا۔ یہاں وہ اپنی دوربین کے ذریعے آسمان کا مشاہدہ کررہا تھا۔ اچانک اس نے اپنی جدید ترین دوربین کے ذریعے کیا دیکھا کہ جو ستارہ ہم سے جتنی دور ہے وہ اتنی ہی تیزی کے ساتھ ہم سے دور جا رہا ہے۔ پھر اس نے مزید انکشاف کیا کہ یہ ستارے صرف ہم سے ہی دور نہیں جا رہے بلکہ وہ ایک دوسرے سے بھی دور جا رہے ہیں یعنی کائنات پھیل رہی ہے۔

مسٹر ہبل کو یہ حقیقت دریافت کیے ہوئے آج 82 سال ہو گئے۔ اس دوران جدید سے جدید ترین دوربینیں بنائی گئیں حتیٰ کہ اسی ہبل کے نام پر خلاء میں جو دوربین بھیجی گئی اسے (Hubble Space Observatory) کہا جاتا ہے۔ اس نے بھی اسی حقیقت کا انکشاف کیا کہ کائنات اپنے بننے کے بعد متواتر پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ خلاء یعنی (Space) نامی کتاب کے صفحہ تین سو دس (مطبوعہ۔2010ء) پر لکھا ہے کہ!

اپنی پیدائش کے بعد یہ کائنات انتہائی تیزی کے ساتھ پھیلنا شروع ہو گئی حتیٰ کہ ایک سیکنڈ کے دس لاکھویں حصے میں اربوں کلومیٹر کے ڈایا میٹر میں پھیل گئی۔ اے سائنس دانو! تم ہی کہتے ہو کہ یہ کائنات تقریباً ساڑھے بارہ ارب سال پہلے بنی۔ اب یہ کائنات جو ایک سیکنڈ کے دس لاکھویں حصے میں اربوں کلومیٹر دور تک پھیل گئی وہ ساڑھے بارہ ارب

سالوں میں پھیل کر کتنی بڑی ہو گئی ہو گی اور ابھی تک پھیلتی ہی چلی جا رہی ہے۔ روشنی کی رفتار سے تیز کہکشائیں ایک دوسرے سے دور ہٹتی جا رہی ہیں۔

اے سائنس دانو! آؤ اب دیکھو ذرا قرآن......! وہ قرآن جو حضرت محمد کریم ﷺ پر نازل ہوا۔ وہ کیا اعلان کر رہا ہے۔ ذرا غور وفرمایئے!

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ [الذاریات : ٤٧]

''ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ بنایا اور اس میں کیا شک ہے کہ ہم (اسے) پھیلائے چلے جا رہے ہیں۔''

اے سائنس دانو! اب تو تمھارے پاس قرآن کو نہ ماننے کا کوئی عذر نہیں رہا۔ حضرت محمد کریم ﷺ کا کلمہ نہ پڑھنے کا کوئی چارہ نہیں رہا۔ ہاں! مان لو۔ مان لو اس بات کو کہ اتنی بڑی جس سائنسی حقیقت کا اظہار حضرت محمد کریم ﷺ کی زبان مبارک سے چودہ سو سال قبل ہو رہا ہے وہ حضرت محمد کریم ﷺ آسمان پر جا رہے ہیں۔ براق پہ سوار۔ پابرکاب تیار ہیں۔ یہ (Space) حضرت محمد کریم ﷺ کے رب کا بنایا ہوا ہے۔ وہ خلاء کو بناتے جا رہا ہے کائنات کو پھیلائے جا رہا ہے۔ ابھی اسی سپیس روڈ (Space Road) پر میرے حضور ﷺ کی سواری سفر کرنے والی ہے۔

وقت کا دھارا:

وقت کا دھارا یا ٹائم کی لہر بھی اسی سپیس کے ساتھ شامل ہے۔ جس طرح زمین پر بننے والی سڑک میں پتھر، بجری اور تارکول وغیرہ جیسی چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ اسی طرح خلاء کے ساتھ وقت کا دھارا بھی شامل ہے۔ اے سائنس دانو! تمھی کہتے ہو کہ وقت کا دھارا شامل ہے اور کیا کیا شامل ہے کائنات کا بنانے والا ہی بہتر جانتا ہے۔ جی ہاں! وقت تو شامل ہے تم آج کہتے ہو کہ وقت شامل ہے۔ میرے حضور ﷺ کے قرآن نے

چودہ سو سال قبل بتلا دیا کہ ٹائم کا خالق اللہ ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو میرے مولا کریم کا فرمان!

﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ﴾ [التوبة: ٣٦]

"اللہ کی کتاب (سپر کمپیوٹر) میں مہینوں کی جو تعداد ہے۔ شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں کہ وہ اللہ کے ہاں اسی دن بارہ بنا دی گئی تھی جس دن اس نے کائنات کو پیدا فرمایا۔"

اللہ اللہ! میرے اللہ نے واضح کر دیا کہ جس روز کائنات کو پیدا فرمایا اسی کے ساتھ ہی بارہ مہینے یعنی وقت کو بھی پیدا فرما دیا گیا۔

اب چونکہ اللہ نے وقت کو پیدا فرمایا، اسی لیے وقت کی قسم بھی اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوقات میں سے کسی کی اہمیت اور عظمت بیان کرنا چاہے۔ انسانوں کو اس کی وقعت وقدر بتلانا چاہے تو اس کی قسم اٹھاتا ہے۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے وقت کی عظمت واہمیت بیان کرنا چاہی تو قرآن کے آخری، یعنی تیسویں پارے میں ایک سورت نازل فرمائی۔ اس کا نام "الْعَصْرِ" ہے۔ اس کا معنی زمانہ یعنی وقت ہے۔ پھر اس سورت کا آغاز قسم سے ہوتا ہے، فرمایا ﴿وَالْعَصْرِ﴾ قسم ہے ٹائم کی......! یوں اللہ تعالیٰ نے ٹائم کی قسم کھا کر واضح کر دیا کہ ٹائم اس کی ایک مخلوق ہے اور بڑی اہم تخلیق ہے۔

اے سائنس دانو! تم لوگ آج اس نتیجے پر پہنچے ہو کہ جب کائنات بنی تو اس کے ساتھ ہی ٹائم بھی وجود میں آیا۔ اس سے پہلے ٹائم نہیں تھا۔ میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ نے چودہ سو سال قبل اپنے رب کے الہام کا اعلان کر کے بتلا دیا کہ اللہ نے کائنات کو بنانے کے ساتھ ہی ٹائم بھی بنا دیا اور پھر ٹائم کی قسم کھا کر واضح کر دیا کہ ٹائم اس کی مخلوق ہے۔

اے سائنس دانو! تم کہتے ہو کہ یہ ٹائم جو ہے یہ خلاء (Space) کے دھارے میں

شامل ہے۔ ہم تمھاری بات مان لیتے ہیں کہ ٹائم اور سپیس کے دھارے اکٹھے بہہ رہے ہیں۔ خلائی کپڑے کی اس بنتی میں اور کیا کیا چیز شامل ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ خلائی سڑک میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ تاہم ہمارے اور تمھارے رب تعالیٰ نے اتنا ضرور بتلایا ہے کہ یہ جو خلاء ہے، اس خلاء میں جو جو اجزاء بھی شامل ہیں وہ سب ایک ترانہ گا رہے ہیں۔ حمد پڑھ رہے ہیں۔ کیسی حمد اور کیسا ترانہ۔ آیئے! ملاحظہ کرتے ہیں۔

کائنات کا ترانہ:

سورۂ "اسراء" جس میں ہمارے حضور حضرت محمد کریم ﷺ کے آسمانوں پر جانے کا ذکر ہے۔ آسمانوں میں خلاؤں کی وہ راہیں سبحان اللہ، سبحان اللہ کا ورد کر رہی ہیں۔ فرمایا:

﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ﴾ [الأسراء: ٤٤]

"ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے سب اللہ کی تسبیح (سبحان اللہ، سبحان اللہ) کا ورد کر رہے ہیں۔"

آسمان اور زمین کے درمیان کیا ہے؟ ایک خلاء ہے۔ جی ہاں! اسی خلاء اور فضاء کا نام آسمان ہے۔ اس آسمان میں ستارے، سیارے، چاند اور زمین سب گردش کر رہے ہیں۔ خلاء (Space) میں ہی یہ سب اپنی اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں اس سپیس میں ہر جانب سبحان اللہ کی صدائیں ہیں۔

برطانیہ کے سائنس دان خلاء کی حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے ایک بہت بڑا منصوبہ تیار کر چکے ہیں۔ 30 اکتوبر 2011ء کے دی ٹیلیگراف (The Telegraph) میں مسٹر رچرڈ گرے (Richard Gray) نے اپنے مضمون میں بتلایا کہ ایک بلین پونڈ کی لاگت سے ایسا منصوبہ تیار کیا گیا ہے کہ جہاں ایسی لیزر شعاع کا تجربہ کیا جائے گا جو موجودہ

پاورفل لیزرز سے دوسو گنا زیادہ طاقت ور ہوگی۔ یہ منصوبہ آکسفورڈ شائر (Oxfordshire) میں رتھرفورڈ لیبارٹری (Rutherford Laboratory) میں چل رہا ہے۔ اس کے سربراہ پروفیسر جان ہیں۔ دیگر یورپین ملک بھی اس منصوبے میں شامل ہیں۔

یہاں جس لیزر شعاع کا تجربہ کیا جائے گا وہ سوئی کے ناکے سے بھی کہیں زیادہ پتلی ہوگی مگر اس کی شدت کس قدر ہوگی۔ ملاحظہ ہو!

The Intensity of the light will Produce that are so Extreme they do not exist even in The Centre of our sun

''روشنی کی شدت ایسے حالات کو جنم دے گی کہ وہ اس قدر زبردست ہوں گے کہ وہ ہمارے سورج کے وسط میں بھی نہیں ہیں۔''

سائنس دان کہتے ہیں کہ خلاء میں ایسے ذرات بھی کائنات کے مختلف علاقوں سے آتے ہیں کہ وہ بہت تھوڑے ٹائم کے لیے آتے ہیں۔ یہ طاقتور لیزر انہیں الگ کر کے اپنی طرف کھینچ لے گی۔ سائنس دان یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی رفتار روشنی سے کہیں زیادہ تیز ہے خلاء کے ذرات جو نظر نہیں آتے ان کے بارے میں مزید کہتے ہیں کہ!

A Vacuum is not Deviod of Material but in Face Fizzles with tiny Mysterious Particles that pop in and out of Existence. but at Speeds so Fast That no one has been Able to Prove They Exist.

''یہ جو خلاء نظر آتا ہے ایسا نہیں ہے کہ یہ کسی مواد سے خالی یا تہی دامن ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ خلاء انتہائی باریک ترین اور طلسماتی ذرات کے ساتھ سسکاریاں لیتا اور بڑبڑاتا ہے۔ یہ طلسماتی ذرات کبھی موجود ہوتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں، لیکن ان ذرات کی رفتاریں اس قدر تیز ترین ہیں کہ کوئی بھی اس قابل نہیں ہے کہ وہ ان کی موجودگی کو ثابت کر سکے۔''

قارئین کرام! سائنس دان کہتے ہیں کہ ہم پہلی بار اس قابل ہو جائیں گے کہ لیزر شعاع کے ذریعے خلاء کے کپڑے سے ان ذرات کو کھینچ کر الگ الگ کر لیں۔

سائنس دانو! کل کو تم لوگ کس حد تک کامیاب ہوتے ہو یہ تو اللہ بہتر جانتے ہیں، البتہ یہ بات تو آپ لوگوں نے مانی کہ خلاء سسکاریاں لیتا ہے۔ بڑبڑاتا ہے۔ میں کہتا ہوں وہ بولتا ہے۔ کیا بولتا ہے، میرے حضور ﷺ پر آیا ہوا قرآن بتلاتا ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح اور حمد کے گیت گاتا ہے۔ وہ سبحان اللہ کہتا ہے، الحمد للہ کہتا ہے۔ ہاں ہاں! تم لوگ آج کل اس حقیقت کی تلاش میں بھی سرگرداں ہو کہ سپیس ٹائم کے اس خلاء میں کشش والی لہریں (Gravitational Waves) ہیں۔ ان کو ''کائنات کی آوازوں'' (Sounds of Universe) کا نام دیا گیا ہے۔ سائنس دانوں کو یقین ہے کہ وہ 2015ء تک ان آوازوں کو تلاش کر لیں گے۔ میں کہتا ہوں سائنس دان ان آوازوں کا کوئی ظاہر پہلو شاید دریافت کر سکیں یا کہاں تک انکشاف کر سکیں، تاہم وہ قرآن جو میرے حضور ﷺ پر آیا وہ بتلا رہا ہے کہ کائنات کی آوازیں سبحان اللہ کہتی ہیں۔ قرآن میں جہاں آسمانوں اور زمین کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد کائنات ہے۔ ''سماوات والارض'' میں تسبیحات یعنی کائنات کی آوازیں (Sounds of universe) ''سبحان اللہ کہہ رہی ہیں۔ اور جس رب کے لیے سبحان اللہ کی آوازیں ہوں وہی رب کریم فرمائے!

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ [الاسراء: ۱] کہ سبحان ہے وہ رب کریم جو اپنے بندے کو لے گیا۔'' اور جب وہ لے گیا۔ براق چل پڑا القدس سے۔ یروشلم سے روانہ ہو گیا تو سلیوٹ اور سلامیوں کے مناظر کائنات کی فضاؤں اور خلاؤں میں براق کے سوار کی خدمت میں پیش ہونے لگے۔ کیسے؟ آیئے دیکھتے ہیں! نظارے کرتے ہیں!

مسافت کے سمٹنے اور خلاؤں میں ترانوں کا منظر:

چند سال پہلے کی بات ہے سائنس دانوں نے ایک نظریے پر تقریباً اتفاق کا اظہار کیا۔ یہ نظریہ کیا ہے۔ آیئے! سائنس کی کتاب ''کائنات'' کا صفحہ 202 ملاحظہ کیجیے!

The fundamental speed limit of the universe seems to be the speed of light 300,000 Km per second. Even Though a Spaceship could never travel Faster than light it might, in theory, be possible to warp the space around it, shrinking space ahead and expanding it behind. the snag is that to distort space in this way would require at least a million times the energy locked up in the son!

''کائنات کی جو بنیادی رفتار ہے اس کی حد روشنی کی رفتار دکھائی دیتی ہے۔ روشنی کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔ اگرچہ نظریاتی طور پر نظر یہی آتا ہے کہ ایک خلائی جہاز روشنی کی رفتار سے ہرگز تیز نہیں ہوسکتا، تاہم یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ اس جہاز کے گرد جو خلاء (Space) ہے وہ اس طرح ٹیڑھا میڑھا ہو جائے کہ وہ سامنے سے سکڑتا چلا جائے اور پیچھے سے پھیلتا چلا جائے۔ اس طریقے سے خلاء کچھ کا کچھ بن جائے گا۔ اسے ایسا بنانے کے لیے اتنی قوت (Energy) درکار ہے کہ جس قدر سورج میں بند ہے اس سے دس لاکھ گناہ زیادہ کی ضرورت ہے اور یہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے (کہ اس قدر انرجی کہاں سے مہیا ہو)۔''

اے سائنس دانو! ثابت ہوا تمھارا نظریہ کہتا ہے کہ خلاء (Space) کی سڑک پر سفر ممکن ہے، اگر سواری ایسی مل جائے کہ جس کی رفتار روشنی کی رفتار سے کہیں زیادہ ہو تو پھر دیکھ لو! میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ نے اپنی سواری ''براق'' پر تشریف فرما ہو کر جو دعا پڑھی اس کا لفظ جب '' وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهُ '' ادا کیا ہوگا کہ ''اے اللہ! اس سفر کی دوری کو

ہمارے سامنے سمیٹ دے۔'' اس سفر کے سمٹنے کے پھر عجب نظارے بپا ہوئے ہوں گے۔

یاد رکھیے! طَوَیٰ یَطْوِیْ کے ساتھ جب '' ثَوْبٌ '' کا لفظ آ جائے تو معنی بنتا ہے، کپڑے کو سمیٹنا یا لپیٹ دینا۔ اب جب میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ کی سواری چلی۔ براق چل پڑا۔ روشنی کی رفتار سے اربوں، کھربوں گنا زیادہ تیز رفتار سے چل پڑا تو خلاء (Space) نے راستہ دیا۔ ٹیڑھا میڑھا ہو کر راستہ نہیں دیا۔ ''سبحان اللہ! سبحان اللہ!'' کہہ کر راستہ دیا۔ کائناتی آوازیں (Sounds of Universe) گونجنے لگیں، خلاؤں میں ترانوں کی آوازوں کا رس گھلنے لگا۔ خلاؤں کا ماحول مترنم ہو گیا۔ کائنات میں آفاق کے نظارے عجب شان دینے لگے۔ میں یوں بھی کہہ سکتا ہوں کہ سپیس ٹائم (Space Time) اور اس میں شامل طرح طرح کی روشنیوں کے ذرے ذرے نے سبحان اللہ، سبحان اللہ کے ترانے گا کر اپنے خالق و مالک کے حبیب حضرت محمد کریم ﷺ کو سلامیاں دیں۔ پھر میں بھی کیوں نہ لاکھوں، کروڑوں سلام بھیجوں براق کے سوار پر۔ ہاں ہاں! میں کیوں نہ اربوں کھربوں صلوٰۃ پڑھوں۔ درود پڑھوں اپنے رب کے حضور۔ رب کریم کے حبیب اور خلیل کے لیے جو میرے مولا کریم کے پاس جا رہے ہیں، آسمانوں کی جانب محو پرواز ہیں۔ ہاں ہاں جب وہ محو پرواز ہو کر پہلے آسمان کے دروازے پر پہنچے تو منظر کیا تھا۔ ذرا ملاحظہ تو کرنا!

فرشتوں کا استقبال اور ترانے:

صحیح بخاری کتاب "مناقب الأنصار" میں " باب المعراج" اور صحیح مسلم میں "کتاب الإیمان" کے اندر "باب الاسراء" ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جبریل مجھے لے کر محو پرواز ہوئے۔ جب ہم آسمانِ دنیا پر آئے تو جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ دربان نے پوچھا آپ کون ہیں؟ (جناب جبریل نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اپنا نام بتلایا کہ) میں جبریل ہوں۔ دربان کہنے لگا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ﷺ ہیں! تب دربان کہنے لگا، اچھا! تو جناب کو لانے کے

لیے آپ کو بھیجا گیا؟ جناب جبریل علیہ السلام نے کہا، ہاں! اس پر آواز آئی۔ حضور ﷺ کو خوش آمدید۔ کیا مقام ہے ان کا جو تشریف لانے والے ہیں۔

قارئین کرام! صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث کے مطابق ہمارے حضور ﷺ آگے بڑھتے چلے گئے۔ ساتوں آسمانوں پر استقبال ہوتے چلے گئے۔ انبیاء سے ملاقاتیں ہوتی چلی گئیں۔ آخر کار ساتویں آسمان سے اوپر "سدرۃ المنتھیٰ" تک جا پہنچے۔

میں کہتا ہوں فرشتے بھی استقبال کرتے چلے گئے۔ درود وسلام کے ترانے پڑھتے چلے گئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ''فرشتے جناب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔'' اب جب خود حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گزر رہے ہوں تو کیسے ہوسکتا ہے کہ فرشتوں نے درود وسلام کے ترانے نہ پڑھے ہوں؟ ہاں ہاں! خلاؤں سے سبحان اللہ، سبحان اللہ کی مترنم آوازیں آرہی تھیں تو فرشتے درود وسلام کے ترانے پڑھ رہے تھے اور خلاؤں میں جو ستارے ہیں وہ تو سلیوٹ مار رہے تھے۔ کیسے؟ ملاحظہ ہوں ذرا قرآن کے نظارے!

ستاروں کے سلیوٹ:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝ أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ ۝ عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ﴾ [النجم: ۱ تا ۱۸]

"قسم ہے ستاروں کی جب وہ سلیوٹ ماریں۔ (میرے مصطفیٰ کا انکار کرنے والو۔ یاد رکھ لو!) تمھارا صاحب (محمد ﷺ) نہ راہ بھولا ہے اور نہ ہی غلط راستے پر چلا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ (میرا حبیب) اپنی مرضی سے بولتا تک نہیں۔ وہ تو وہی بات بولتا ہے جس کا اسے حکم دیا جاتا ہے (اس قرآن کی) اسے تعلیم دی ہے تو انتہائی قوتوں والے (جبریل) نے دی ہے۔ (وہ بھی کیا منظر تھا کہ) یہ زور و طاقت والا (جبریل) سامنے آکھڑا ہوا۔ اس وقت وہ بلند و بالا آسمان کے کناروں پر تھا۔ پھر وہ قریب آتا چلا گیا حتیٰ کہ اترتا چلا آیا۔ پھر تو وہ (میرے خلیل محمد کریم ﷺ کے) اتنا قریب آگیا کہ دو کمانوں جتنا ہی فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی اور قریب آگیا۔ پھر جبریل نے میرے بندے محمد ﷺ کی جانب وحی کا جو پیغام پہنچانا تھا وہ پہنچایا۔ (میرے مصطفیٰ نے) جو منظر دیکھا دل نے اسے جھٹلایا نہیں (کہ یہ خواب یا مکاشفہ نہیں بلکہ آنکھیں حالت بیداری میں جبریل کو دیکھ رہی ہیں جس کے چھ سو (600) پر ہیں اور ایک پر مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ پر پھیلا ہوا تھا) (میرے مصطفیٰ کا انکار کرنے والو!) کیا تم اس حقیقت پر جھگڑا اور بحث کرتے ہو جس کو (میرا محمد کریم ﷺ اپنی آنکھوں سے) دیکھتا ہے۔ سنو! اس نے تو ایک اور بار بھی جبریل کو اترتے ہوئے دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتھیٰ کے پاس دیکھا ہے۔ وہیں اس کے قریب ہی ہمیشہ رہنے والی جنت ہے۔ کیا منظر تھا وہ کہ جب سدرہ پر (انوار وتجلیات) سایہ فگن تھے۔ وہ عجب سائبان تھا جو چھا رہا تھا (سونے کے پروانے منڈلا رہے تھے فرشتوں کا عکس پڑ رہا تھا۔ وہ مقام رب تعالیٰ کی تجلیات کا مظہر تھا) (میرے حبیب کی) نگاہ نہ تو ادھر ادھر ہوئی۔ اور نہ ہی حد سے بڑھی۔ (یعنی یہ مقام ہی ایسا عظیم الشان اور لاجواب تھا کہ نگاہ ادھر ادھر کرنے کا موقع ہی نہ تھا اور نہ ہی ان انوار وتجلیات

بہت دور سدرۃ المنتھیٰ تک جا پہنچے اور وہاں اپنے رب کریم کی تجلیات کے نظارے کرتے رہے۔ انوار دیکھتے رہے۔ وہ نظارے ایسے لاجواب اور بے مثال تھے کہ ہمارے حضور ﷺ نے نہ دائیں دیکھا نہ بائیں دیکھا بس انہی نورانی نظاروں میں کھو گئے۔ اپنے رب کی عظمتوں اور کبریائیوں کے نشانات میں مگن ہو گئے۔ یہاں سے فارغ ہوئے تو فردوس بریں کی سیر کو چل دیے۔ وہاں سے فارغ ہوئے تو واپس آنے کی تیاری کرنے لگے۔

جمال محمد ﷺ اور سائنس

باب 4

مدینے کا چاند اور آسمان کا چاند

بھاگم بھاگ!

''سدرۃ المنتہیٰ'' کے نظارے، جنت کے مناظر پیارے...... دیکھتے دیکھتے میرے حضور ﷺ جو ہیں دو جہانوں کے راج دلارے...... اب واپس تشریف لا رہے ہیں۔ واپس آتے ہوئے ساتویں آسمان کے بھی یقیناً نظارے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ چھٹے آسمان، چوتھے، تیسرے، دوسرے اور پہلے آسمان کے مناظر دیکھتے تشریف لا رہے ہیں۔

اے سائنس دانو! تم کہتے ہو کہ کہکشائیں اور ان میں موجود ستارے اور سیارے سب کے سب ایک دوسرے سے دور ہٹ رہے ہیں اور روشنی کی جو رفتار ہے اس رفتار سے کہیں بڑھ کر ایک دوسرے سے دور جا رہے ہیں...... ہاں ہاں! آپ لوگوں نے اس حقیقت کا انکشاف بیسویں صدی میں کیا جبکہ چودہ سو سال قبل کائنات کے خالق نے بتلا دیا۔ کن کو بتلایا؟ جناب والا! ان کو بتلایا جن کو سات آسمانوں کا منظر دکھلایا۔ حضرت محمد کریم ﷺ کو بتلایا۔ کہاں بتلایا؟ ذرا پڑھیے...... قرآن۔ قرآن کا بھی ایک مقام نہیں چار مقامات ہیں۔ یہ سورۃ ''رعد'' ہے۔ اس کی دوسری ہی آیت میں آسمانوں کو بلند کرنے کا ذکر کیا۔ سورج، چاند کا تذکرہ فرمایا اور پھر کہا: ﴿كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ [الرعد: ۲]

''یہ سارے کے سارے ایک طے شدہ ٹائم کے لیے چلے جا رہے ہیں۔''

سورۃ ''فاطر'' کی آیت نمبر (۱۳) میں رات دن اور سورج چاند کا ذکر کیا اور پھر یہی بات دہرائی کہ ''یہ سب ایک معین وقت پر چل رہے ہیں۔'' اسی طرح سورۃ ''زمر'' کی آیت نمبر (۵) میں کائنات کی تخلیق کا تذکرہ کیا رات، دن اور سورج و چاند کی بات کی اور پھر حسب سابق اسی حقیقت کو دہرایا کہ ''ہر ایک مقررہ مدت تک چل رہا ہے۔''

ایسے ہی سورۃ ''لقمان'' آیت نمبر (۲۹) میں بھی رات و دن اور شمس و قمر کی بات کی

اور فرمایا: ''سب کے سب اس وقت تک کے لیے جو مقرر کر دیا گیا ہے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔'' مزید فرمادیا کہ:

﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ﴾ [یٰس : ۳۸]

''سورج اپنے ایک ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے بھاگ رہا ہے۔''

یعنی یہ بھاگ رہے ہیں تو اپنے خالق کی طے شدہ منزل پر پہنچنے کے لیے بھاگ رہے ہیں۔

سائنس دانو! وہ رب جو ہمارا بھی ہے اور تمہارا بھی ہے، وہ اپنے آخری رسول حضرت محمد کریم ﷺ کو بتلا بھی رہا ہے اور دکھلا بھی رہا ہے۔ قرآن میں بتلا رہا ہے اور اپنے پاس بلا کر دکھلا رہا ہے۔ بتلانے اور دکھلانے والا ایک ہی ہے جو رب تعالیٰ ہے۔ جب بتلائے ہوئے کو ماننے بغیر چارہ نہیں تو یاد رکھو! دکھلائے ہوئے کو بھی ماننے بغیر چارہ نہیں۔ ایک سائنسی حقیقت کو تم مانتے ہو کہ سب کے سب بھاگ رہے ہیں۔ دور ہٹ رہے ہیں۔ روشنی کی رفتار سے کہیں بڑھ کر دوڑ رہے ہیں۔ دوسری حقیقت کو کیوں نہیں مانتے کہ حضرت محمد کریم ﷺ یہ سب کچھ دیکھنے والے ہیں۔ معراج کی رات دیکھ کر آئے ہیں۔

ایکسیڈنٹ کا خطرہ نہیں:

مسلسل دوڑ ہی دوڑ اور تیز ترین دوڑ روشنی کی رفتار سے تیز رفتار دوڑ...... اتنی سپیڈ ہونے کے باوجود ایکسیڈنٹ اور حادثے کی کوئی گنجائش نہیں، مجھے تو یوں نظر آتا ہے کہ واپس آتے ہوئے میرے حضور ﷺ سب کی دوڑ اور سپیڈ کے نظارے کرتے آ رہے ہیں۔ چاند اور سورج کے مناظر دیکھتے چلے آ رہے ہیں اور میرے حضور کا مولا یوں بتلاتا چلا جا رہا ہے:

﴿ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۗ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۹، ۴۰]

''(میرے محبوب ﷺ!) یہ جو چاند ہے ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دی ہیں حتیٰ کہ (مہینے کے آخری دنوں کی منزل پر) وہ دوبارہ (مہینے کے ابتدائی دنوں

کی منزل جیسا ہو کر) کھجور کی ٹیڑھی شاخ جیسا بن جاتا ہے، کیا مجال ہے سورج کی کہ وہ چاند کو جا پکڑے (اور اپنے اندر ہضم کر لے) اور نہ ہی رات کی یہ مجال ہے کہ وہ بھاگ کر دن سے آگے نکل جائے۔ سب کے سب اپنے دائرے میں تیرتے چلے جا رہے ہیں۔''

سائنس دانو! اب غور کرنا...... ہمارا رب اپنے محبوب کو دکھلا بھی رہا ہے اور بتلا بھی رہا ہے کہ جس طرح انسان سفر کی منازل طے کرتے ہیں اسی طرح چاند بھی سفر کر رہا ہے۔ سفر کرتے ہوئے منزل در منزل بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ہر منزل پر اس کی شکل مختلف نظر آتی ہے۔ زمین والے اس کے چہرے کے مختلف روپ اور رخ ملاحظہ کرتے رہتے ہیں۔

ہاں ہاں! چاند زمین کے گرد گھوم رہا ہے تو زمین چاند کو اپنے ساتھ لیے ہوئے سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور سورج سب کو ساتھ لیے ایک طے شدہ ٹھکانے کی طرف بھاگ رہا ہے لیکن بھاگتے ہوئے کئی بار ایسا منظر بنتا ہے کہ چاند سورج کی ایسی سمت پر آ جاتا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ سورج اس چھوٹی سی ٹکیہ چاند کو پکڑ لے گا اور اگر پکڑ لے گا تو چاند کا کیا بنے گا؟

اے سائنس دانو! تم نے ہی بتلایا کہ یہ جو سورج ہے:

It Escapes in to space (space:86) ''یہ خلاء میں بھاگ رہا ہے۔''

مزید برآں! اس کے بھاگنے کی رفتار بھی دو سو چالیس کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔

ہاں ہاں! تمہی نے بتلایا کہ چاند زمین سے چار گنا چھوٹا ہے اور زمین سورج سے کئی گنا چھوٹی ہے۔ سورج کی بیرونی سطح کی جو حرارت ہے وہ 50505 سینٹی گریڈ ہے۔ یعنی جب سورج قریب ہو کر اسے ہاتھ ہی لگائے گا تو چاند بے چارہ ایٹمی ذرات میں تبدیل ہو جائے گا اور جوں ہی سورج کے پیٹ میں جائے گا تو وہاں تو جو درجہ حرارت ہے وہ 385 ملین بلین گیگا واٹس ہے۔ ایسی حرارت والی جگہ پر پہنچ کر چاند نام کے ایٹمی ذرات کی بھی کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔

چاند کے ذرات حرارت میں بدل کر سورج کا حصہ بن جائیں گے۔ مگر، مگر! وہ قرآن

جو حضرت محمد کریم ﷺ پر نازل ہوا اس میں قرآن نازل کرنے والا رب کریم اپنے نبی ﷺ کو بتلا رہا ہے کہ اس سورج کی یہ جرأت کہاں کہ وہ دوڑتا ہوا میرے چاند کو ہاتھ بھی لگائے۔

خبردار......!

یہ ایک بچہ ہے، عمر چھ سات سال ہے۔ بڑا ہی خوبصورت ہے۔ چہرہ گول مٹول ہے۔ سرخ و سپید رنگ ہے۔ بڑے بھائی کے ساتھ ذرا تکرار ہوئی۔ بھائی مارنے کو دوڑا۔ اب یہ چھوٹا بھی دوڑ پڑا۔ دونوں آگے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ قریب تھا کہ بڑا بھائی پکڑ لے اور طمانچے رسید کرے۔ مارے پیٹے کہ سامنے ماں آ گئی۔ اس نے جب یہ منظر دیکھا تو بولی:

"خبردار! جو میرے چاند کو ہاتھ لگایا۔"

اور ساتھ ہی بڑے بھائی کے قدم رک گئے اور چھوٹا سیدھا ماں کے سینے سے جا چمٹا۔

ہاں! بھاگ دونوں رہے ہیں۔ دونوں کا خالق "احسن الخالقین" ہے۔ اللہ تعالیٰ ہے...... لگتا یوں ہے کہ جب چاند ایسی سمت پر آیا کہ سورج کو جا پکڑے اور مرمت کر ڈالے! تو بھاگ تو دونوں اپنے رب ہی کی طرف رہے ہیں۔

تب مولا کریم نے سورج سے کہا: "خبردار! جو میرے چاند کو ہاتھ لگایا۔"

ہاں ہاں! مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مولا کے حبیب اور خلیل حضرت محمد کریم ﷺ یہ منظر دیکھتے چلے آ رہے ہیں تو مولا کریم اپنے مصطفیٰ ﷺ کو بتلا رہے ہیں کہ اس سورج کی یہ جرأت نہیں ہے کہ چاند کو ہاتھ بھی لگا کر دکھائے اور جس طرح اس سورج کو جرأت نہیں اسی طرح اے میرے پیارے محمد کریم ﷺ! تم واپس جاؤ۔ مکہ جاؤ اور وہاں سے یثرب جاؤ۔ میرے حبیب! جب آپ وہاں جاؤ گے تو وہ مدینہ بن جائے گا۔ کس کی جرأت ہے جو میرے مدنی چاند کو ہاتھ لگائے۔

پہاڑی کی اوٹ سے نمودِ چاند:

حضور ﷺ جب مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو اب یہ شہر نہ صرف "مدینہ" تھا بلکہ

"منورہ" بھی تھا۔ انصار کی بچیاں اس روز نغمے گا رہی تھیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث کی کتاب میں ان نغموں کو جو قلم بند کیا تو یوں کیا:

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا　　مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ!
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا　　مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ!
أَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا　　جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ!

چمکا چمکا چہرہ چودھویں کے چاند کا　　دیکھو دیکھو مکھڑا رب کے رسول کا
بولے بولے ہر کوئی نغمہ شکر شکر کا　　ساتھ لایا پیام مولا کے قرآن کا
آپ آپ! جی آئے ہمارے پاس پاس　　دل ہے فرش فرش حضور کے ہر بول کا

لوگو! ساتویں آسمان سے آمنہ کا چاند مکہ آیا...... اور مکہ سے مدینہ میں طلوع ہوا۔ مدینہ کی عورتیں اور بچے چھتوں پر چڑھے مدنی چاند کو دیکھ رہے تھے۔ ترانے گا رہے تھے تو بازاروں اور گلیوں کے ہجوم الگ تھے جو مدنی چاند کی اک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھے اور جس کی نظر پڑ جاتی تھی صحیح بخاری اور مسلم کے مطابق وہ پکار اٹھتا:

"اللہ اکبر! رسول اللہ ﷺ آ گئے۔" "اللہ اکبر! محمد ﷺ تشریف لے آئے۔"

صحیح بخاری میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آج تک کوئی دن اس دن سے زیادہ رونق و بہار والا اور عطر بار نہیں دیکھا کہ جس دن حضور ﷺ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ میں رونق افروز ہوئے۔

اے چاند:

ہمارے حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب بھی نیا چاند دیکھتے تو کہتے:

«اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّيْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ» [ترمذی، کتاب الدعوات، ح: ٣٤٥١]

"اے اللہ! اس چاند کو ہم پر بھلائی، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرماتے رہنا۔ اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔"

قارئین کرام! اپنے حضور محمد کریم ﷺ کی اس دعا کو دیکھ کر مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حضور ﷺ جب واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ ﷺ نے سورج کو چاند کے پیچھے دوڑتے دیکھا اور پھر رب کریم کی طرف سے چاند کی حفاظت کے منظر کو ملاحظہ کیا تو مدینہ میں پہنچ کر اپنے رب سے کہا: اے اللہ! اس چاند کو ہم پر طلوع کرتے رہنا۔ اس کو بھی سلامت رکھنا ہمیں بھی سلامت رکھنا...... اور پھر چاند کو مخاطب کر کے کہا: گھبرانا نہیں، میرا رب بھی اللہ ہے اور تیرا رب بھی اللہ ہے۔ سب کی حفاظت کرنے والا اللہ ہی ہے ......جس طرح میرا رب میری حفاظت کر کے مجھے مدینہ میں لے آیا ہے اسی طرح اے چاند! تیری بھی رب ہی حفاظت کرے گا اور سورج سے بچا کر تجھے اس ٹھکانے تک بحفاظت لے جائے گا جو ٹھکانا تیرے رب نے تیرے لیے طے فرما رکھا ہے۔

میں کہتا ہوں اے چاند! اب تجھے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے، ہمارے حضور ﷺ نے جب اپنے اللہ سے عرض کر دی ہے کہ اے اللہ! اس چاند کو ہم پر طلوع فرماتے رہنا تو اس کے بعد جناب کو سورج سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب تک حضور ﷺ کی امت باقی ہے عید آتی رہے گی اور تو طلوع ہوتا رہے گا۔

چاند کی روشنی:

اے سائنس دانو! آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد کریم ﷺ نے دعویٰ کیا قرآن کی صورت میں...... کہ میں جو کلام سناتا ہوں وہ اللہ کا الہام ہے...... ہاں ہاں! اس الہامی کتاب قرآن میں سورج کی تین صفات بیان کی گئیں!

① یہ سراج ہے۔ ② یہ وہاج ہے۔ ③ اس کی روشنی ضیاء ہے۔

سراج کا معنی چراغ ہے، یعنی جو خود روشنی دیتا ہے اور وہ ایسی روشنی ہے جس میں

آگ ہے۔ تپش ہے۔ جلا ڈالنے کی صلاحیت ہے۔

جی ہاں! سورج ایسا چراغ ہے۔ جو وہاج ہے۔ وہاج کا لفظ "وَهَجَ" اور "اَلْوَهْجُ" سے ہے۔ جس کا معنی آگ سے بھڑک اٹھنا ہے۔ عربی میں آگ کے بھڑک اٹھنے کو "اَوَهَجُ النَّار" کہا جاتا ہے۔

سورج جو چراغ ہے۔ وہاں آگ بھڑکتی ہے۔ اس کی روشنی کو "ضیاء" کہا گیا ہے۔ اور "ضیاء" وہ روشنی ہے جس میں حرارت، تپش اور سرخی ہوتی ہے۔

اے سائنس دانو! ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ سارے قرآن میں چاند کو کہیں بھی نہ تو "سراج" کہا گیا...... نہ اسے "وہاج" کہا گیا اور نہ اس کی روشنی کو "ضیاء" کہا گیا...... جی ہاں! جب چاند کا اللہ نے ذکر کیا تو اس کو "منیر" کہا...... یعنی نور بکھیرنے والا اور نور وہ روشنی ہے جو چیزوں کو ظاہر کرتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم گاڑی چلاتے ہوئے ایک موڑ کے قریب پہنچتے ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آگے موڑ ہے۔ ہمیں ایکسیڈنٹ سے بچانے کے لیے ٹریفک کے محکمہ نے ایسا بورڈ نصب کر رکھا ہے کہ اس پر جوں ہی روشنی پڑتی ہے تو وہ چمک اٹھتا ہے۔ اس بورڈ پر بنایا گیا نشان بتلاتا ہے کہ خبردار! یہاں خطرناک موڑ ہے۔ لہٰذا گاڑی آہستہ کر لیجیے...... یہ جو سائن بورڈ ہے یہ منیر ہے۔ یہ نور بکھیرنے والا ہے۔ یہ نہ سراج ہے...... نہ وہاج ہے...... نہ ہی اس کی روشنی "ضیاء" ہے ......اس کی روشنی نور ہے...... یعنی گاڑی کی لائٹوں کی روشنی جو سراج وہاج اور ضیاء ہے وہ سائن بورڈ پر پڑی تو سائن بورڈ روشن ہو گیا...... سائن بورڈ کا عکس واپس ڈرائیور کی نگاہوں سے ٹکرایا اور اسے پتا چل گیا کہ آگے موڑ ہے...... الغرض! سائن بورڈ کی روشنی نور ہے اس روشنی نے سائن بورڈ کی حقیقت کو ظاہر کر دیا۔

بالکل اسی طرح سورج کی ضیاء چاند پر پڑی، چاند روشن ہو گیا۔ اس کا عکس زمین والوں

کو دکھائی دیا۔ چاند کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اس کی روشنی نور ہے۔ نور میں تپش نہیں، حدت نہیں، آگ کے شعلے نہیں ...... نور راحت جان ہے۔ جانفزاء ہے ...... خوشگوار اور ٹھنڈی روشنی ہے...... نگاہوں کو بھلی لگتی ہے۔ چاندنی رات کی کیا ہی بات ہے۔ میں صدقے اور قربان جاؤں اتنی بڑی سائنسی حقیقت کا انکشاف چودہ سو سال قبل ہوا۔ اس قرآن نے کیا جو میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ پر نازل ہوا۔ ملاحظہ ہو قرآن کریم:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴾

[الفرقان : ٦١]

''بہت ہی برکت والا ہے وہ اللہ جس نے آسمان میں برج بنائے، پھر اس میں ایک سراج (چراغ) بھی بنا دیا اور نور بکھیرنے والا چاند بھی بنا دیا۔''

اور فرمایا: ﴿ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴾ [النبا : ١٣]

''ہم نے ایک بہت ہی روشن اور گرم چراغ بنا دیا۔''

اور ایک مقام پر فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ﴾ [یونس : ٥]

''وہی تو ہے (سچا معبود) جس نے سورج کو تیز روشنی والا بنایا جب کہ چاند کو نرم روشنی والا بنا دیا۔''

اے سائنس دانو! تم کچھ عرصہ قبل اس حقیقت تک پہنچے کہ چاند از خود روشن نہیں ہے بلکہ وہ تو سورج کی روشنی کا عکس زمین والوں کو دکھلا کر اپنے حسن کی شوخیاں مارتا ہے۔ اس کے پلے تو روشنی نام کی کوئی شے نہیں ہے، لہٰذا! تم لوگوں نے اعلان کیا:

The Moon has no Light of its own but it is iiluminated by the sun (Space P60)

''چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہے وہ تو سورج کی روشنی سے چمک دکھاتا ہے۔''

اے ناسا کے سائنس دانو! تم چاند کی سطح پر جا پہنچے ...... ہاں! وہ تو بنجر ہے۔ وہاں تو

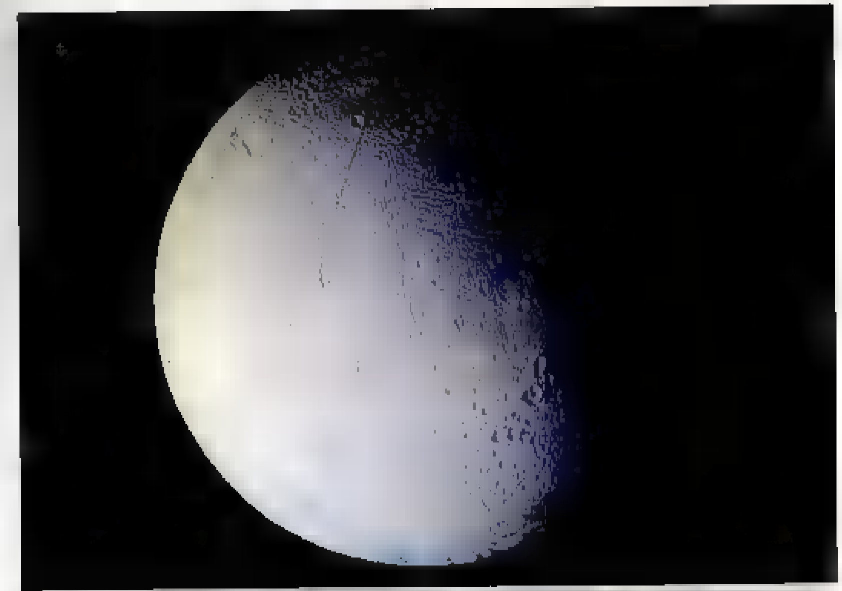

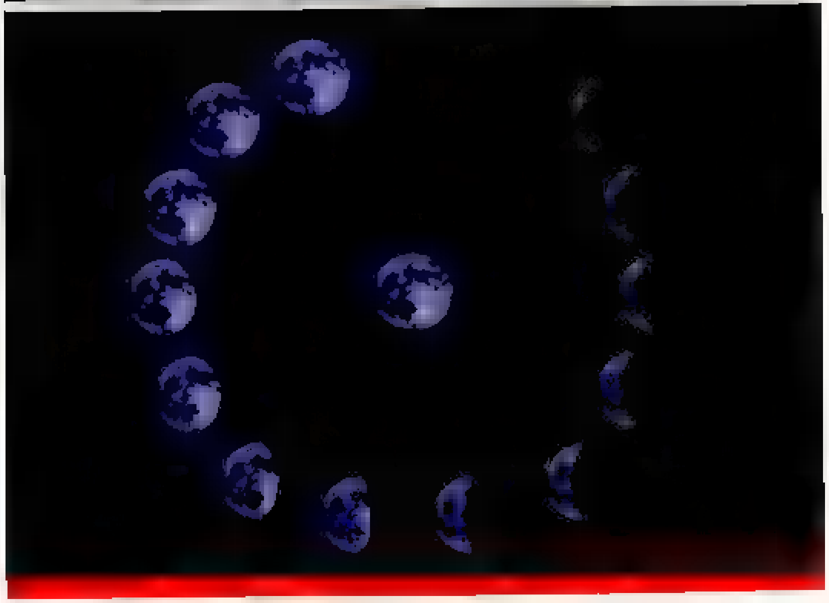

اوپر: نیا دریافت ہونے والا چاند انسیلیڈس۔
نیچے: چاند کی منزلیں جن کا انکشاف چودہ سو سال قبل قرآن نے کیا۔

آکسیجن بھی نہیں ہے۔ ارے! پھر قرآن کو کیوں نہیں مانتے ہو؟ جن پر قرآن نازل ہوا ان کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے ہو؟ اتنے بڑے روشن دلائل کو دیکھ کر بھی حضرت محمد کریم ﷺ کو نہ مانو تو میں تمھاری عقل کو کیا کہوں؟

ہاں ہاں! جب لوگ چاند کو دیوتا مانتے تھے۔ اس کی عبادت کرتے تھے۔ اس کی چودھویں رات کو خصوصی مراسم ادا کرتے تھے۔ اے امریکہ و یورپ کے سائنس دانو۔ اس دور میں میرے حضور ﷺ نے واضح کر دیا چاند کی اپنی روشنی نہیں ہے۔ چاند مخلوق ہے۔ چاند اللہ کا ایک نشان ہے۔ یہ آسمان پر لگی ایک گھڑی ہے یہ بہت بڑا آسمانی گھڑیال ہے جو ٹائم بتلاتا ہے۔ بتلایا رب کریم نے اپنے محمد کریم ﷺ کو۔ ذرا ملاحظہ تو کرتے جاؤ:

﴿ وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ﴾ [یونس: ٥]

"اللہ نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکو۔"

اللہ اللہ! اتنے بڑے سائنسی حقائق کا انکشاف اور ان کی زبان سے ہو کہ نہیں ہے جن کا دنیا میں کوئی استاذ ...... پھر ماننا پڑے گا کہ یہ ہے الہام ...... اس الہام کا نام ہے قرآن۔ اور آیا ہے ان پر جو ہیں خیر الانام ...... نام نامی ہے محمد ذیشان۔ ایسا لائے ہیں کلام کہ جو قیامت تک رہے گا لاجواب اور باکمال (ﷺ)۔

ایک نہیں کئی چاند:

اس کائنات میں ایک نہیں بے شمار چاند ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جو اس ذات گرامی کی زبان مبارک سے ادا ہوئی جنھیں خالق کائنات نے سات آسمانوں کی سیر کروائی۔

آیئے، اس حقیقت کو ملاحظہ کیجیے، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴾ [نوح: ١٥، ١٦]

"میرے رسول! کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ نے اوپر تلے سات آسمان

بنادیے۔ان آسمانوں میں اس نے چاند کو نور بنادیا اور سورج کو چراغ بنادیا۔"

لوگو! جس سورت کی مندرجہ بالا آیت ہے، یہ مکی سورت ہے۔ میرے حضور ﷺ مکہ سے ہی سات آسمانوں کی سیر کو گئے اور سیر کر کے مکہ میں ہی واپس تشریف لائے۔ جاتے ہوئے ہر آسمان پر ٹھہرے۔ اب اللہ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں۔ آپ نے سات آسمان دیکھے نہیں۔ ان ساتوں آسمانوں میں اس اللہ نے چاند کو نور بنایا اور سورج کو سراج یعنی چراغ بنایا۔

صدقے قربان جاؤں مندرجہ بالا آیت کی بلاغت پر کہ جس دور میں یہ قرآن نازل ہوا اس دور میں اور بعد میں صدیوں تک علماء چاند کو واحد سمجھ کر یہی خیال کرتے رہے کہ ان آسمانوں میں اللہ نے یہ ایک چاند بنادیا جو ہمیں نظر آ رہا ہے...... لیکن عربی کا یہ قاعدہ جو قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے کہ واحد بول کر جمع بھی مراد لیا جاتا ہے...... اب سات آسمانوں کی بات ہے اور اس کے بعد "ھُنَّ" کی ضمیر جو ہے یہ جمع مؤنث ہے۔ اس ضمیر کا تعلق آسمانوں کے ساتھ ہے یعنی سات آسمانوں میں اللہ نے چاند کو نور والا بنایا...... تو سات آسمانوں میں ایک چاند نہیں جو ہمیں نظر آتا ہے بلکہ بے شمار چاند ہیں ...... یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ جس کا انکشاف میرے حضور ﷺ کی زبان سے قرآن میں چودہ سو سال پہلے ہو چکا ہے جبکہ ہمارے ناسا کے سائنس دانوں کے ہاں آج ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ہمارے چاند کے علاوہ بھی کئی چاند دریافت ہو چکے ہیں...... پھر میں کیوں نہ کہوں کہ میرے حضور ﷺ ان چاندوں کو دیکھتے چلے گئے اور جب واپس تشریف لائے تو تب بھی دیکھتے چلے آئے۔

اے سائنس دانو! ماننا پڑے گا کہ ہمارے حضور ﷺ آسمان پر گئے اور یہ کہ قرآن بھی سچا...... جس پر قرآن نازل ہوا وہ بھی سچا...... ہاں ہاں! آج تم لوگوں کو یہ سارے سچ ماننے پڑیں گے کیونکہ اب تو بہت سارے چاند دریافت ہو گئے ہیں۔

کسینی سپیس کرافٹ

خلائی جہاز جسے خلاء میں بھیجا گیا اور نئے نئے چاند دریافت ہوئے۔

مریخ کے دو چاند:

اے سائنس دانو! مریخ (Mars) کے دو چاند دریافت ہو چکے ہیں ایک کا نام آپ لوگوں نے فوبس (Phobos) رکھا ہے جب کہ دوسرے کا نام آپ لوگوں نے ڈیمس (Deimos) رکھا ہے۔

زحل کے 62 چاند:

زحل سیارہ جسے انگریزی میں (Saturn) کہا جاتا ہے۔ یہ سورج کے گرد گھومنے والا ایک سیارہ ہے مگر اس کے اب تک 62 چاند دریافت ہو چکے ہیں۔ کیسے؟ ملاحظہ ہو:

ناسا نے ایک بہت بڑا کرافٹ تیار کیا۔ ایسا کرافٹ جس میں اس قدر زیادہ فنکشن تھے کہ حیران کن تعداد کے حامل تھے۔ اس کا نام کسینی (Cassini) ہے۔

اسے یکم جولائی 2004ء میں ساٹرن کے مدار میں اس وقت بھیجا گیا جب ساٹرن اور زمین کی پوزیشن مناسب تھی۔ کسینی نے ایک مہینہ سفر کیا اور اپنے روٹ سے ہوتا ہوا ساٹرن کے مدار میں داخل ہو گیا۔ کسینی کرافٹ کے ساتھ ایک خصوصی مشین نصب کی گئی اسے ہائیگنز (Hygens) کا نام دیا گیا۔ اسے 25 دسمبر 2004ء کو ساٹرن کے چاند کی طرف چھوڑا گیا۔ ساٹرن کے اس چاند کا نام ٹیٹان (Titan) رکھا گیا۔ ہائیگنز نے 20 دن کا سفر کیا اور جب سفر کرتے ہوئے فاصلہ 160 کلو میٹر کا رہ گیا تو اسے طے شدہ پروگرام کے مطابق سٹارٹ کیا گیا۔ پیرا شوٹ کو بھی کھول دیا گیا، اس پیرا شوٹ کے نیچے ہائیگنز لٹکی ہوئی تھی۔ ایک گھنٹہ دس منٹ بعد یہ مشین ساٹرن کے چاند کی سطح پر اتر گئی۔

یاد رہے! ٹیٹان اپنے سیارے ساٹرن سے بارہ لاکھ کلو میٹر دور اس کے گرد گردش کرتا ہے۔ یہ ساٹرن کا سب سے بڑا چاند ہے جو ایک چکر 15.9 دنوں میں مکمل کرتا ہے۔ یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ کسینی کرافٹ 2017ء تک نظام شمسی کے حقائق دریافت کرتا

رہے گا، نا جانے اور کتنے چاند دریافت ہو کر سامنے آئیں گے۔

ساٹرن کے اب تک جو 62 چاند دریافت ہوئے ہیں ان میں سے انسیلیڈس (Enceladus) خصوصی طور پر قابل ذکر ہے اس کی سطح پر پانی اور برف ہے۔ اس پر جب سورج کی روشنی پڑتی ہے تو اس روشنی کا نوے فی صد حصہ یہ چاند منعکس کر دیتا ہے یوں یہ ایسا چاند ہے جو سورج جتنی ہی روشنی دیتا ہے لیکن یہ روشنی سورج جیسی تیز اور حدت والی روشنی نہیں ہے بلکہ خوشگوار ہے۔

اے سائنس دانو! ہمارے بتلانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے نظام شمسی کے اندر ہی بیسیوں چاند دریافت ہو چکے ہیں۔ کائنات میں یہ کتنے ارب کھرب ہیں اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

ہاں ہاں! دنیا تو یہ سمجھتی تھی کہ چاند ایک ہی ہے مگر میرے حضور ﷺ پر جو قرآن آیا اس نے چودہ سو سال قبل بتلا دیا کہ یہ چاند ایک نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں میں ہیں اور بے شمار ہیں۔

اتنے بڑے بڑے انکشافات کے بعد پھر بھی تم لوگ میرے حضور ﷺ کے معراج کو...... سات آسمانوں کی سیر کو نہ مانو تو تم کیسے سائنس دان ہو؟ سائنس کا معنی علم ہے۔

ارے! علم کی باتوں کا انکار کر کے...... نہ مان کر تم سائنس دان نہیں کچھ اور ہی کہلوانے کے مستحق بنو گے...... علم دوست نہیں سائنس دوست نہیں...... ہاں! بالکل بھی نہیں!...... تم سچے سائنس دان اس وقت بنو گے جب میرے حضور حضرت محمد کریم ﷺ کو مان کر ان کا کلمہ پڑھو گے۔

خاتون کی گود میں چاند:

میں کہتا ہوں...... لوگو! اللہ کے حبیب تشریف لا رہے ہیں...... ساتوں آسمانوں کے اربوں کھربوں چاندوں کا نظارہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ چاند مولا کریم کے خلیل کو جب دیکھتے ہوں گے تو آپس میں کہتے ہوں گے، آمنہ کے چاند محمد کریم ﷺ کے حسن کی کیا بات ہے...... پھر مکہ میں یہ چاند جوں ہی آیا...... وہاں تھوڑا سا ٹھہرا اور پھر آگے بڑھ

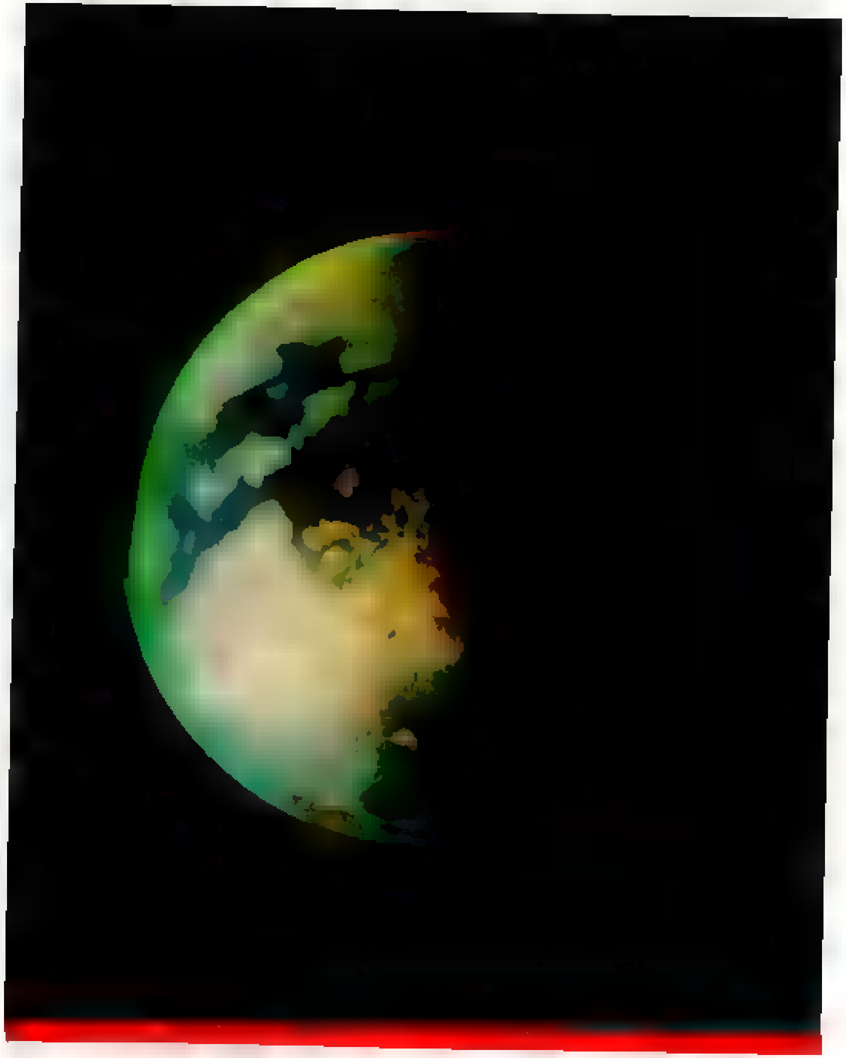

ٹیٹان

زحل کا ایک چاند جسے کسینی کرافٹ کے ذریعے دریافت کیا گیا ہے۔

گیا۔ مدینہ منورہ میں جا طلوع ہوا۔

ادھر ایک خاتون جو خیبر میں رہتی ہے، بڑے اونچے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا سلسلہ نسب حضرت ہارون علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ یوں حضرت ہارون علیہ السلام باپ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس خاتون کے چچا جان ہوئے...... [صحیح بخاری، کتاب المغازی۔ مسلم، کتاب النکاح۔ مغازی الواقدی اور ابن ہشام] میں جو تفصیلات ہیں ان کے مطابق یہ خاتون بتاتی ہیں کہ ایک دن میں نے خواب دیکھا کہ یثرب سے ایک چاند چلا اور (آسمان کے افق میں) چلتا ہوا میرے پاس آ گیا اور سیدھا میری گود میں آن گرا......! میرے شوہر کا نام کنانہ بن ابی حقیق تھا۔ ابھی شادی کو چند دن ہی ہوئے تھے۔ میری عمر اس وقت سترہ سال تھی۔ میرا شوہر اونٹ ذبح کر کے ولیمہ سے فارغ ہی ہوا تھا۔ اس نے جب میرے منہ سے خواب سنا تو زور سے طمانچہ رسید کر دیا اور کہا:

''پتا چل گیا تم مدینے کے بادشاہ کی چاہت کر رہی ہو۔''

قارئین! اب مدینے کا چاند مدینہ منورہ سے چلا اور خیبر میں جا پہنچا وہاں لڑائی ہوئی اور اس لڑائی میں کنانہ بن ابی حقیق قتل ہو گیا۔ خواب دیکھنے والی خاتون اللہ کے رسول ﷺ کے حصے میں آ گئی ...... میرے حضور ﷺ نے خاتون کو بلوایا...... خاتون کہتی ہیں شام کا وقت تھا، میں نے چہرے پر نقاب ڈالا اور شرماتے ہوئے خیبر کے فاتح کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ آپ نے مجھے اختیار دیا کہ اگر تم اپنے دین پر رہنا چاہتی ہو تو میں تمھیں مجبور نہیں کرتا اور اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند کر لو گی تو مشورہ یہ ہے کہ یہ تمھارے لیے بہتر ہو گا...... اس پر میں جھٹ سے بولی! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند کرتی ہوں اور اسلام کو قبول کرتی ہوں ...... یہ سنتے ہی اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے آزاد کر دیا اور مجھ سے شادی کر لی۔

یہ خاتون حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ مؤمنوں کی ماں بن گئیں۔ قافلہ اب خیبر سے واپس

مدینہ روانہ ہو رہا ہے۔ ہم مؤمنوں کی ماں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھیں۔ قد قدرے چھوٹا تھا۔ حضور ﷺ جب اونٹ پر بٹھانے لگے تو اونٹ بیٹھا اور ساتھ حضور ﷺ بھی بیٹھ گئے تاکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں حضور ﷺ کی ران مبارک پر رکھیں اور اونٹ پر بیٹھ جائیں ...... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے کمال ہے شفقت خیبر کے فاتح کی ...... کیوں نہ ہو! رحمۃ للعالمین جو ہوئے۔ ہر ایک کے ساتھ رحمت کا دریا بن جاتے تھے۔ پھر ہماری ماں اور اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ کیوں نہ رحمت کی موجیں بنتے؟

قافلہ چل پڑا ...... راستے میں ایک منزل پر پہنچے تو وہاں مجاہدین صحابہ کو آرام کرنے کا حکم ہوا۔ الگ خیمہ گاڑا گیا۔ سالارِ صحابہ نے یہاں رات گزاری۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں جب مدینہ کا چاند نمودار ہوا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی نگاہیں مدنی چاند کے حسین چہرے کے نظارے پر لگا دیں تو خواب کی تعبیر پوری ہو کر سامنے تھی ...... اب حضور گرامی ﷺ نے جب ہماری اماں جان کے چہرے کو دیکھا تو آنکھ سوجی ہوئی تھی۔ سبز نشان ابھی گیا نہ تھا۔ مدنی چاند نے اس نشان کا پوچھا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے پورا واقعہ کہہ سنایا ...... الغرض! رات کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں چمکنے والا جو چاند تھا۔ رات بیتنے کے بعد ...... وہ اب دن کے وقت مدینہ کی جانب بڑھنے لگا تھا ...... اور وہ وقت پھر اہلِ مدینہ کے لیے خوشیوں کا تھا جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا چاند حضرت صفیہ کو ہمراہ لیے مدینہ میں نمودار ہو رہا تھا۔ آیئے! اب مدنی چاند کا حسن ملاحظہ کریں۔ وہ حسن جس کے نقشے صحابہ نے کھینچے۔ صحابیات نے بتلائے۔ وہ ایسے نقشے ہیں کہ جب ہم ملاحظہ کرتے ہیں تو زبان بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ مولا کریم نے اپنا حبیب ایسا حسین بنایا کہ ان جیسا کوئی بنایا ہی نہیں اور بقول مولانا علی محمد صصام رحمہ اللہ!

محمد (ﷺ) بنا کے قلم توڑ دیتا"

جمال
محمد ﷺ
اور
سائنس

باب 5

حسن و جمال لاجواب

جگمگاتا فانوس:

لیجیے! یہ سورۂ احزاب ہے۔ مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ حضور عالی شان حضرت محمد کریم ﷺ بھی مدینے میں ہیں، مکہ سے آسمانوں پر گئے تھے۔ مکہ میں ہی واپس آ گئے اور واپس آتے ہی مدینہ میں تشریف لے آئے۔ جوں ہی مدینہ میں آئے۔ مدینہ منور ہو گیا۔ جگمگ کرنے لگ گیا اور اس کا نام ہی مدینہ منورہ پڑ گیا یعنی جگ مگ کرتا مدینہ۔

احزاب مدنی سورت میں مولا کریم اپنے پیارے حبیب اور خلیل حضرت محمد کریم ﷺ کو مخاطب فرماتے ہیں۔ کمال محبت بھرا انداز ہے۔ ملاحظہ ہو:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴾ [الأحزاب: ٤٥، ٤٦]

"(میری بتلائی ہوئی خبریں اپنے صحابہ کو سنانے والے!) ہم نے تجھے جو بھیجا ہے تو گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ (میرے جنت کی) خوش خبریاں دینے والا اور (میرے جہنم سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس (رب) کے حکم کے ساتھ اللہ کی جانب بلانے والا بنا کر بھیجا ہے اور جگمگاتا فانوس بنا کر بھیجا ہے۔"

قارئین کرام! جس روز غارِ حراء میں میرے حضور ﷺ سے جناب جبریل علیہ السلام نے ملاقات کی اللہ نے زمین پر اسی روز نبی بنا کر انسانوں کی جانب بھیج دیا تھا...... اب آپ ﷺ ساتوں آسمانوں سے ہو کر آئے تو اللہ تعالیٰ نے پھر بھیج دیا۔ زمین پر بھیج دیا...... شاہد کا ایک مفہوم یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ میرے حضور ﷺ ساتویں آسمان پر جنت کی سیر کر کے آئے۔ جہنم بھی دیکھ کر آئے اور جب واپس آتے گئے تو آسمانوں کے بھی نظارے کرتے آئے...... یوں میرے رب نے میرے حضور ﷺ کو شاہد بنا دیا۔

گواہی دینے والا بنا دیا۔ فردوس کی خوش خبریاں دینے والا بنا دیا۔ جہنم کے احوال سے ڈرانے والا بنا دیا...... اللہ کی توحید کی دعوت دینے والا بنا دیا اور سراج منیر بنا دیا۔ سراج کا معنی چراغ ہے۔ منیر کا معنی فرحت انگیز اور جانفزاء روشنیاں بکھیرنے والا ہے...... یعنی ایسا فانوس بنا دیا ہے کہ جس میں روشنیاں ہی روشنیاں اور نور ہی نور ہے۔

آیئے! سراج منیر کا چہرہ دیکھیں۔ مکھڑے مبارک کا جمال دیکھیں...... رب کے فانوس کا حسن دیکھیں...... رعنائیاں ملاحظہ کریں۔ جس طرح فانوس میں کئی رنگ ہوتے ہیں۔ کئی رخ ہوتے ہیں۔ اسی طرح چہرۂ انور بھی دیکھیں اور اس مبارک چہرے کا ہر رخ دیکھیں...... ہر رخ...... رخ زیبا ہے۔ زیبائش کا انداز نرالا ہے۔ آرائش کا ہر رخ اپنے دامن میں حسن کا ایک منفرد انداز لیے کھڑا ہے۔ مولا کریم نے جو سراج منیر فرمایا ہے تو پتا چلتا ہے کہ چہرے مبارک کے حسن میں چاند کی ٹھنڈی چاندنی جہاں نظر آتی ہے۔ ساتھ ہی آفتابی جھلک بھی حسن کو چار چاند لگاتی ہے۔ الغرض! مولا کریم نے چہرۂ مبارک اور اس کا ہر رخ اور پہلو ایسا بنایا، اس انداز سے سجایا کہ سجا سجایا امت کو مل گیا۔ آیئے، نظارہ کیجیے!

چاند سے بڑھ کر حسین:

اے سائنس دانو! آؤ...... میں تم لوگوں کو اپنے پیارے حضور ﷺ کے حسن کا نظارہ کرواؤں۔ تمھاری قوم کے لوگ آج خاکے بناتے پھرتے ہیں۔ ہاں ہاں! وہ خاکے بناتے ہیں اور خاکے بنا کر اپنے ہی دماغ اور عقل کی خاک اڑاتے پھرتے ہیں...... ! میرے حضور ﷺ کیسے ہیں۔ ذرا ملاحظہ کرنا:

ہم مسلمانوں کی معتبر ترین اور صحیح ترین جو کتاب ہے وہ صحیح بخاری ہے۔ اس کتاب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور کا چہرہ چاند جیسا (حسین اور چمکدار) تھا۔

حدیث کی کتاب سنن دارمی اور مستدرک حاکم میں ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''چاندنی رات تھی، حضور ﷺ نے سرخ جوڑا زیب تن فرما رکھا تھا...... اب میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور ﷺ کے روشن چہرے پر نظر ڈالتا آخر کار بول اٹھا کہ حضور ﷺ چاند سے کہیں بڑھ کر حسین ہیں۔''

صحیح بخاری دوبارہ اٹھایئے...... میرے حضور ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھنے والے ایک اور صحابی ہیں۔ ان کا نام کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ وہ صحابی ہیں جو غزوۂ تبوک میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے اور یہ عزم کیا کہ آج جاؤں گا کل جاؤں گا یوں کرتے کرتے رہ ہی گئے...... چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ جب واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا...... اس کی سزا یہ ملی کہ تمام مسلمانوں نے ان کے ساتھ بول چال بند کر دی...... آخر کار ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اللہ نے آسمان سے اپنے پیارے نبی کو آگاہ کیا کہ ان کی توبہ قبول کر لی گئی ہے۔ اس موقع پر جناب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا، سلام کیا اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی و مسرت کی وجہ سے چمک رہا ہے اور آپ ﷺ جب خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرۂ مبارک ایسے دمک دکھاتا جیسے چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔

یہ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ ہیں، ان کی حدیث کی کتاب کا نام ''مسند'' ہے۔ وہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کا چہرۂ مبارک سورج اور چاند کی طرح روشن اور (قدرے) گول تھا۔

''دلائل النبوۃ اور دارمی'' میں ہے، جناب ابوعبیدہ بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ حضور ﷺ کا حلیہ مبارک تو بتلائیں۔ اس پردہ (بزرگ خاتون) کہنے لگیں: بیٹا! اگر تم حضور ﷺ کو دیکھ لیتے تو یوں محسوس کرتے کہ تم نے آفتاب دیکھ لیا ہے جو طلوع ہو رہا ہے۔

"دلائل النبوۃ" ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کا پاکیزہ چہرہ نور سے بھرا ہوا اور انتہائی حسین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کے چہرے کا حسن بیان کرتا تو چودھویں کے چاند سے مشابہت دیتا تھا۔

حدیث کی ایک اور کتاب ملاحظہ ہو۔ اسے صحیح ابن حبان کہا جاتا ہے۔ وہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو حضور کے خاص شاگرد تھے۔ جنھوں نے حضور کی محبت میں اپنی زندگی آپ ﷺ کے رخ زیبا کو دیکھتے دیکھتے گزار دی۔ وہ کہتے ہیں...... میں نے حضور ﷺ سے زیادہ حسین کوئی دیکھا ہی نہیں۔ چہرہ مبارک یوں تھا جیسے سورج کی روشنی آپ ﷺ کے رخ زیبا سے جھلمل جھلمل کر رہی ہے۔

"شمائل ترمذی" میں ہے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ چہرے مبارک کا ذکر کرتے ہوئے مزید بتلاتے ہیں کہ چہرہ جو تھا حضور ﷺ کا وہ چودھویں کے چاند کی طرح جگ مگ جگ مگ کرتا دکھائی دیتا تھا۔

اے سائنس دانو ! یہ ہیں صحابہ میرے حضور ﷺ کے...... وہ کہ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے میرے حضور ﷺ کے چہرے مبارک کو دیکھا۔ ان کے الفاظ دیکھو اور اپنے لوگوں کی کرتوتیں ملاحظہ کرو......بس میں اتنا ہی کہوں گا کوئی چاند کا خاکہ بنائے تو سوائے روشنی کے کیا بن سکتا ہے......؟ اگر کوئی کچھ اور بنائے تو دنیا اس کے دماغ پہ ہنسے گی۔ اور اگر کوئی چاند کا محب اس کا ہاتھ توڑ ڈالے تو تم کہو گے یہ اسی لائق تھا۔

ہاں ہاں ! مدینے کے چاند کا جو کوئی خاکہ بنائے اور مدینے والوں سے ہٹ کر بنائے۔ اس کا ہاتھ نہ ٹوٹے تو کیا ٹوٹے......؟ خوب فرمایا مولا کریم نے:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾ [اللھب : ١]

"ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور برباد ہو گیا۔"

بال مبارک:

امام بیہقی "دلائل النبوۃ" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت لائے ہیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے شوہر عالیشان محمد خیر الانام ﷺ کے بالوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑے حسین پیرائے میں بتلاتی ہیں:

> "رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک خوبصورت تھے اور معمولی سے خمدار تھے۔ نہ بالکل سیدھے اور نہ ہی گھنگریالے تھے۔ جب آپ ﷺ بالوں میں کنگھی فرماتے تو ہلکی ہلکی ایسی لہریں بن جاتیں جیسا کہ ہوا چلنے پر ریت کے ٹیلوں پر لہریں بن جاتی ہیں یا پانی کے تالاب میں ہوا کے چلنے سے لہریں بن جاتی ہیں...... جب بعض اوقات آپ ﷺ کنگھی نہ کرتے تو بال مبارک انگوٹھی کی طرح حلقوں کی شکل اختیار کر لیتے۔ شروع شروع میں حضور ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کنگھی کرتے تو بالوں کو پیشانی پر چھوڑ دیتے......!!

پھر ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو سر کے بالوں میں مانگ نکال کر آئے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ بھی حضرت جبریل علیہ السلام کی طرح مانگ نکالنے لگے۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کانوں کی لو تک ہوتے تھے......بعض اوقات کندھوں تک بھی پہنچ جایا کرتے تھے......کبھی کبھی آپ ﷺ یوں بھی کرتے کہ بالوں کی مینڈھیاں بنا لیتے (یعنی زلفوں کو بڑا کر لیتے)...... پھر دایاں کان مبارک دو بڑی زلفوں کے درمیان اور اسی طرح بایاں کان مبارک دو گیسوؤں (یا بڑی زلفوں) کے درمیان انتہائی حسین منظر بنا دیتا...... ایسا لگتا کہ گھنے سیاہ بالوں کے درمیان (دو گورے اور سرخ) کان ایسے جگمگا رہے ہیں جیسے (اندھیری رات میں) ستارے جگمگاتے ہیں۔"

قارئین کرام ! اللہ نے جن کو اپنا حبیب بنایا اور خلیل بھی بنایا ان کا اس قدر خیال فرمایا

کہ بالوں کو بھی خود سنوارا اور سنوارنے کے لیے فرشتوں کے سردار کا انتخاب فرمایا، چنانچہ فرشتوں کا سالار آیا۔ درمیان میں مانگ نکال کر آیا۔ اپنے رب کا پسندیدہ انداز اختیار کر کے آیا۔ میرے حضور ﷺ نے دیکھا تو اپنے دل میں مولا کی چاہتوں کا پیار دیکھا اور پھر کنگھی کو ہاتھ میں لیا اور زلفوں کو اسی طرح سنوار لیا جس طرح مولا کریم نے چاہا تھا۔

صدقے اور قربان جاؤں اپنے مولا کریم کی محبتوں پر جو موسلا دھار بارش بن کر بار بار برستی دکھائی دیتی ہے امیر حمزہ کو...... ہاں ہاں! الہام کی بارش اور باران برستی ہے۔

ذرا ملاحظہ ہو اب کے روئے سخن میرے حضور ﷺ کے کلمہ گو ہیں...... ہم حضور ﷺ کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ مخاطب فرماتے ہیں اے مسلمان کہلانے والو......! میرے حبیب اور خلیل محمد کریم ﷺ کا کلمہ پڑھنے والو!

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ [الاحزاب: ۲۱]

''تم سب کے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) کی زندگی کو حسین ترین نمونہ بنا دیا گیا ہے اور اس نمونے کو وہی اپنائے گا جو اللہ (کی رحمت و بخشش) کی امید رکھتا ہے۔ قیامت کے دن (ملاقات کا یقین) رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت کے ساتھ یاد رکھتا ہے۔''

لوگو! اللہ نے جبریل علیہ السلام کو نمونہ بنا کر اپنے حبیب ﷺ کے پاس بھیجا اور حضور ﷺ نے اس نمونے کو فوراً اختیار فرمایا...... اب یہی نمونہ قیامت کے دن تک ہم مسلمانوں کے لیے ہے۔ حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے والوں کے لیے ہے۔ حضور ﷺ کی اک اک ادا میں ہے۔ آیئے! آگے بڑھتے ہیں اور حضور ﷺ کی دمکتی چمکتی پیشانی کا نظارہ کرتے ہیں۔

دمکتا ماتھا:

''صحیح ابن حبان'' میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ماتھے مبارک کا نقشہ کھینچتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ وہ اس قدر روشن اور تابدار تھا کہ محسوس یوں ہوتا تھا جیسے سورج کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔

''طبقات ابن سعد'' میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ماتھا مبارک کھلا کھلا اور کشادہ تھا...... طبقات ہی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پیشانی مبارک کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پیشانی سفید اور چمکدار تھی، فراخ اور سرخی مائل تھی۔

''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ ماتھا مبارک کھلا کھلا اور چمکدار تھا۔ ''دلائل النبوۃ'' ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بتلاتی ہیں کہ ماتھا مبارک بے حد روشن تھا، جب حضور ﷺ رات کے اندھیرے میں گھر آتے یا اس وقت آتے جب سفیدی رات کے اندھیرے میں سے نکلنے کا آغاز کرتی ہے (تب میں استقبال کرتے ہوئے سامنے آتی) تو سیاہ بالوں کے درمیان تابناک اور کشادہ پیشانی ایسے نظر آتی جیسے رات کے اندھیرے میں چراغ جگمگاتا ہے۔

آنکھیں اور پلکیں:

''مسند امام احمد'' میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ سرخی مائل تھیں۔

''صحیح مسلم'' میں ہے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں کشادہ تھیں۔ سفید حصے میں سرخ ڈورے تھے۔

''دلائل النبوۃ'' میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں

ایسی تھیں جیسے سرمہ ڈلا ہوا ہو۔

''حلیۃ الاولیاء'' میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں فطری طور پر سیاہ تھیں۔

''مسند امام احمد'' میں ہے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں سرمہ لگی ہوئی تھیں۔ اگر تم لوگ دیکھتے تو یہی کہتے کہ حضور ﷺ نے آنکھوں میں سرمہ ڈال رکھا ہے حالانکہ سرمہ ڈلا ہوا نہ ہوتا تھا۔

''مستدرک حاکم'' میں ہے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں حضور کی پلکیں لمبی تھیں۔

''دلائل النبوۃ'' میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی آنکھوں کی پلکیں دراز تھیں۔

''طبقات ابن سعد'' میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پلکیں طویل تھیں۔

ابرو کی بناوٹ:

آنکھیں بڑی...... آنکھوں کے دیدے سرمگیں...... دیدوں کے سفید حصے میں سرخ ڈورے اور پھر پلکوں کی لمبائی...... کمال ہے یہ حسن...... ہاں ہاں! ان حسین آنکھوں کے اوپر جو ''ابرو'' ہیں...... اب ان کی بناوٹ ملاحظہ ہو......! اور ابرو کی بناوٹ ملاحظہ کر کے سوچیں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں کتنی حسین ہوں گی؟

''مستدرک حاکم'' میں ہے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں حضور ﷺ کے ابرو باریک تھے اور یوں تھے جیسے ساتھ جڑے ہوئے ہوں۔

''شمائل'' میں ہے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ابرو کی بناوٹ کمان کی طرح خم دار تھی۔ ابرو باریک تھے اور بالوں کے اعتبار سے گھنے تھے۔ جب کہ

دونوں آنکھوں کے درمیان ابرو جدا جدا تھے۔ ان کے درمیان ایک رگ کا معمولی ابھار تھا جو غصہ آنے پر نمایاں ہو جاتا تھا۔

''دلائل النبوۃ'' میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دونوں ابروؤں کے درمیان (ہلکا سا) فاصلہ تھا۔

''دلائل النبوۃ'' میں ہی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دونوں ابروؤں کے درمیان جو فاصلہ تھا یہ خالص چاندی کی طرح سفید تھا اور چمکدار تھا۔

قارئین کرام! ان خوش قسمت صحابہ کے نصیبوں کے کیا کہنے جن کو نبوت کی خوبصورت ترین آنکھوں نے دیکھا...... اللہ اللہ! جس کلمہ گو کو حضور کی آنکھوں نے دیکھ لیا...... وہ فردوس کی حوروں کا سرتاج...... اور رہتی دنیا تک ''رضی اللہ عنہ'' کے لقب کا حق دار بن گیا...... قربان ایسی نگاہوں پر...... اب مولا کے حضور دعا یہی ہے۔

اے مولا! مرنے کے بعد میری نگاہیں حضور کے قدموں پر ہوں اور حضور کی نگاہیں مجھ گناہ گار پر...... بس یہی تمنا ہے اور یہی آرزو ہے۔

ناک مبارک:

شمائل ترمذی میں ہے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ناک مبارک بلندی کی جانب مائل تھی۔ سامنے سے قدرے جھکی ہوئی تھی اور وہاں ایسی نورانی چمک تھی کہ نظر پڑے تو اونچی محسوس ہوتی تھی۔ (یعنی ہر زاویے اور رخ سے اس قدر خوبصورت دکھائی دیتی تھی کہ کیا ہی کہنے تھے حضور ﷺ کی حسین ترین ناک مبارک کے)

چمکتے گلابی رخسار:

''دلائل النبوۃ'' میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حسین رخساروں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ رخسار مبارک ہموار تھے اور گداز و ملائم تھے۔

"دلائل النبوۃ" میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ رخسار مبارک ہلکے اور ہموار تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ رخسار مبارک ہلکے اور ہموار تھے اور جو رنگ تھا وہ گورا اور سرخی مائل تھا۔

الغرض! ان تمام روایات کو سامنے رکھتے ہوئے حضور ﷺ کے رخساروں کا منظر یوں بنتا ہے جیسے دو گلابوں کے پھولوں کی پنکھڑیاں کھلی ہوں اور موسم بہار میں اپنی عطر بیزیوں کا نظارہ پیش کر رہی ہوں۔

دمکتے سفید دانت:

"شمائل ترمذی" میں ہے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دانت باریک، حسین اور آبدار تھے۔ ان کے درمیان خوشنما ریخیں تھیں۔

"دلائل النبوۃ" میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اگلے دونوں دانت الگ الگ تھے جب کلام کرتے تو ان دانتوں کے درمیان سے روشنی سی پھوٹتی نظر آتی تھی۔

"حلیۃ الاولیاء" میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دانت مبارک اولوں کی طرح سفید اور آبدار تھے۔

"شمائل ترمذی" میں ہے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ جب مسکراتے تو دانت اولوں کی طرح چمک اٹھتے۔

قارئین کرام! دانت مبارک چمکتے بھی اور روشنی سی بھی نکلتی ...... ایسا کیوں نہ ہوتا کہ حضور ﷺ کے خوبصورت اور حسین ترین ہونٹ مبارک جب کھلتے تھے۔ تکلم فرماتے تھے تو مولا کریم فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ [النجم: ۳، ۴]

"(لوگو! تمھاری طرف آنے والا محمد کریم) اپنی خواہش سے بولتا ہی نہیں، یہ تو الہام ہے جو (میں رب کی طرف سے) نازل کیا جاتا ہے۔"

الغرض! ہمارے حضور ﷺ کے جو اسنان مبارک تھے وہ یوں تھے جیسے سفید سچے موتی ہوں یا پھر صحابہ کی باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ دندان مبارک ایسے تھے جیسے سفید چنبیلی کے پھولوں کی پتیاں۔

ریش مبارک:

"طبقات ابن سعد" میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی مونچھوں کو پست یعنی چھوٹا رکھتے تھے۔

"صحیح مسلم" میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی داڑھی کے بال بڑے بھرپور تھے۔

"دلائل النبوۃ" میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی داڑھی مبارک کے بال سیاہ اور گھنے تھے۔

"مسند احمد ابن حنبل" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مروی روایت کے مطابق حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ چہرے مبارک کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔ سینہ مبارک کے ابتدائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھی۔

صراحی دار گردن:

"طبقات ابن سعد" میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی گردن مبارک لمبی، پتلی اور چمکدار تھی ایسے جیسے چاندی کی صراحی ہو۔

"دلائل النبوۃ" میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں حضور کی گردن بہت ہی حسین

اور اعتدال کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھی۔ اس قدر چمکدار تھی جیسے چاندی کی صراحی میں سونے کی آمیزش ہو۔ (یعنی سفید، شفاف اور آفتابی رنگ کا حسین امتزاج تھی)

''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مولا کے خلیل اور رب کریم کے حبیب حضرت محمد کریم ﷺ کی گردن مبارک کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں کہ گردن مبارک سفید تھی خوبصورت تھی ایسے جیسے چاندی سے ڈھلی ہوئی ہو۔

کندھے اور بازو:

''مستدرک حاکم'' میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے کندھوں اور جوڑوں کی ہڈیاں بھاری بھرکم اور مضبوط تھیں۔

''طبقات ابن سعد'' میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دونوں کندھے مضبوط تھے۔ ان کے درمیان کا حصہ قدرے چوڑا تھا، بازو پر گوشت تھا۔

''صحیح بخاری'' میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر اونچا کرتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگتی۔

بخاری ہی کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اتنا اوپر اٹھاتے کہ بغلوں کی چمک دکھائی دینے لگتی۔

''مستدرک حاکم اور مسند احمد ابن حنبل'' میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی کلائیاں مرمریں اور دراز تھیں۔

''صحیح بخاری'' میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ اعتدال کے ساتھ بڑے تھے۔

''صحیح بخاری'' ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ بھی بیان ہے کہ میں نے ریشم کا کوئی باریک کپڑا ایسا نہیں چھوا جو حضور ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم اور گداز ہو۔

''صحیح مسلم'' میں ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا راستے میں بچوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ از روئے پیار ایک ایک بچے کے رخسار کو تھپتھپاتے۔ میں بچہ تھا۔ آپ نے میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ میں نے حضور ﷺ کے ہاتھ کی ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی جیسا کہ آپ نے ابھی ابھی کسی خوشبو بیچنے والے کے خوشبودان سے ہاتھ نکالا ہو۔

''صحیح بخاری'' ہی میں ایک اور حدیث ہے اسے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ (مدینہ منورہ کی) بطحاء وادی میں تھے وہاں کے لوگ برکت کے حصول کے لیے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو اپنے ہاتھ میں لیتے اور اپنے چہرے پر لگا لیتے...... میں نے بھی حضور ﷺ کا ہاتھ اپنے چہرے پر لگا لیا۔ وہ تو برف سے بڑھ کر ٹھنڈا لگا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار لگا۔

صدر یعنی سینہ مبارک:

ملکوں کے سربراہ کو صدر کہا جاتا ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی سینہ ہے۔ سینے کے اندر ہی دل ہوتا ہے یعنی جس طرح کسی ملک کا صدر نمایاں مقام کا حامل ہوتا ہے اسی طرح انسانی جسم کا سینہ بھی نمایاں مقام کا حامل ہوتا ہے...... حضور محمد کریم ﷺ کے سینے مبارک کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے، فرمایا:

﴿ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴾ [الإنشراح: ١]

''(میرے حبیب ﷺ!) ہم نے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا۔''

سارا اسلام جو آسمانوں سے رب کی طرف سے آیا وہ حضور ﷺ کے سینے سے ہی ہو کر آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوا...... یوں حضور ﷺ کا سینہ مبارک معنوی لحاظ سے فراخ تھا...... کشادہ تھا...... اتنا کشادہ اور وسیع کہ وسعت کو وہی جانے جس رب نے

وسیع فرمایا۔ ہمارے پاس اس وسعت کی صورت قرآن وحدیث کی شکل میں موجود ہے اور یہ وہ علم ہے کہ جس کی شروح قیامت تک لکھی جاتی رہیں گی اور وسعتوں کا احاطہ نہ ہو سکے گا۔ اہل علم غوطہ خور بن کر قرآن وحدیث کی نصوص سے موتی اور جواہرات چنتے رہیں گے۔

ظاہری لحاظ سے بھی حضور ﷺ کا سینہ فراخ تھا۔

''شمائل ترمذی'' میں ہے حضرت ہند بن ابی ہالہ ؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا تھا۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا۔

''دلائل النبوۃ'' میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بتلاتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ تھا۔ مضبوط، ہموار اور صاف شفاف تھا۔ شیشے کی طرح سفید تھا اور جو جلد تھی وہ تو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتی تھی۔

شکم مبارک:

جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا ہمارے حضور ﷺ کا سینہ اور شکم مبارک ہموار تھے۔

''طبرانی'' میں حضرت ام ہانی ؓ کا بیان ہے کہ آپ کا شکم مبارک نازک اور گداز تھا.....

اسی طرح جب حضور ﷺ بیٹھتے تھے تو شکم مبارک کیسا لگتا تھا۔

''طبرانی'' ہی کی دوسری روایت میں اس کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے کہ شکم مبارک کی سلوٹیں نرمی اور چمک کے لحاظ سے یوں دکھائی دیتی تھیں جیسے سونے کی تاریں دمک رہی ہوں۔

''مستدرک حاکم'' کی روایت کے مطابق حضرت علی ؓ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سینے مبارک سے لے کر ناف مبارک تک ایک باریک لمبی دھاری تھی۔

''مسند امام احمد'' میں ہے حضرت علی ؓ مزید تفصیل میں جا کر بتلاتے ہیں حضور ﷺ کے شکم (پیٹ) اور سینہ مبارک پر باریک دھاری کے علاوہ کہیں بال نہ تھے۔

''دلائل النبوۃ'' میں حضرت عائشہ ؓ سینے اور شکم مبارک کی دھاری کا نقشہ یوں کھینچتی

ہیں کہ حضور ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ تھا اور حضور ﷺ کے حلق مبارک سے نیچے بالوں کی ہلکی سی لکیر شروع ہو جاتی تھی جو ناف مبارک تک جاتی تھی۔ سینے اور شکم (پیٹ) مبارک پر اس لکیر کے علاوہ کہیں بال نہ تھے۔

قدم اور قد مبارک:

حضور ﷺ کے قدموں کے بارے میں روم کے بادشاہ ہرقل نے کہا تھا:

«لَوْ کُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ» [بخاری]

''اگر میں حضور ﷺ کے پاس ہوتا تو جناب کے پاؤں مبارک دھوتا۔''

''صحیح مسلم'' میں ہے حضرت ہند بن ابی ہالہ ؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ قدم ایسے ہموار اور چکنے تھے کہ ان پر پانی ٹھہرتا نہ تھا بلکہ فوراً پھسل جاتا تھا۔

''صحیح بخاری'' میں ہے حضرت انس ؓ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاؤں مبارک موٹے اور پُر گوشت تھے۔

''صحیح بخاری'' ہی میں ہے حضرت انس ؓ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کا قد درمیانہ تھا۔

''طبقات ابن سعد'' میں درمیانے قد کی وضاحت حضرت علی ؓ یوں کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا قد مبارک بہت لمبا نہیں تھا، البتہ جب آپ ﷺ کسی مجمع میں ہوتے تو باقی لوگوں سے نکلے ہوئے قد کے ساتھ نمایاں نظر آتے۔

''طبقات'' ہی میں حضرت ابوہریرہ ؓ بھی ایسے ہی خیال کا اظہار کرتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ کا قد تو درمیانہ تھا مگر لمبائی کی طرف مائل تھا۔

جلد کا جاذب رنگ:

قارئین کرام! محدثین نے صحابہ کرام ؓ کے حوالے سے حضور ﷺ کی صورت پاک

کا جو نقشہ کھینچا ہم نے سر مبارک سے لے کر پاؤں مبارک تک ایک پاکیزہ اور پاک تصویر آپ کے سامنے رکھی، حضور ﷺ کی جلد کا رنگ ایک نظر میں کیسا نظر آتا تھا، ملاحظہ کرتے کے لیے حضرت انس ؓ کی بات سنیے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں لائے ہیں، فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح بالکل سفید تھا اور نہ ہی گندمی رنگ تھا کہ سانولا دکھائی دے بلکہ رنگ ایسا گورا تھا جو چمکدار تھا۔''

''دلائل النبوۃ'' میں ہے حضرت سراقہ بن مالک ؓ بتلاتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے میں آپ ﷺ کے قریب آیا اس وقت آپ ﷺ اپنا پاؤں مبارک پائیدان میں رکھے ہوئے تھے۔ میں اور قریب ہوا تو نظر تے پنڈلی مبارک کو دیکھا۔ رنگ سفید تھا اور ملائم اور گداز ہونے میں پنڈلی یوں تھی جیسے کھجور کے خوشے کا اندرونی حصہ گداز اور ملائم ہوتا ہے۔

''مسند امام احمد ابن حنبل'' میں ہے حضرت محرش الکعبی ؓ بیان کرتے ہیں۔ رات کا وقت تھا حضور ﷺ '' جعرانہ'' کے مقام پر تھے۔ وہاں آپ ﷺ عمرہ کے لیے احرام باندھنے لگے۔ وہاں میں نے آپ ﷺ کی کمر مبارک دیکھی اس کا رنگ ایسا تھا جیسے کمر مبارک چاندی میں ڈھلی ہوئی ہو۔

'' دلائل النبوۃ'' میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بتلاتی ہیں کہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کا وہ حصہ جو کپڑوں سے ڈھکا رہتا تھا اس کا رنگ سفید چمکدار تھا۔

قارئین کرام! ام المومنین ؓ اور صحابہ ؓ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی جلد مبارک کا نظر آنے والا عمومی رنگ سفید، سرخی مائل اور چمکدار تھا اور وہ رنگ جو نظر نہیں آتا تھا، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ کے بیان کے مطابق وہ اور زیادہ حسین اور عالی شان تھا۔

خوشبو دار پسینہ:

تاریخ انسانی میں محبتوں کی ایسی مثالیں ڈھونڈے سے نہیں ملتیں جیسی محبت کی مثالیں صحابہ کرام ؓ نے اپنے حضور ﷺ کے ساتھ رقم کیں۔ جسم مبارک کے اوصاف حمیدہ تو ہم نے صحابہ ؓ کی زبان سے ملاحظہ کیے...... اب جسم مبارک اور اس پر جو پسینہ آتا ہے وہ کیسا تھا اور محبت کا انداز کیسا لاجواب تھا۔ کس قدر بے مثال تھا۔ ملاحظہ ہو!

صحیح بخاری میں ہے، حضرت انس ؓ بتلاتے ہیں کہ میں نے ایسی کوئی خوشبو نہیں سونگھی جو حضور ﷺ کے بدن مبارک کی خوشبو سے بڑھ کر ہو۔

حضرت انس ؓ ہی کا بیان ہے امام مسلم اپنی حدیث کی کتاب میں لائے ہیں کہ حضور ﷺ کا پسینہ ایسے تھا جیسے موتی ہوں۔

''دلائل النبوۃ'' میں ہے، ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ بتلاتی ہیں کہ حضور ﷺ کا پسینہ مبارک ایسے تھا جیسے آبدار موتی ہوں اور اس سے خوشبو کی جو مہک آتی تھی وہ کستوری سے بڑھ کر تھی۔

حدیث کی کتاب ''داری'' میں ہے، حضرت جابر ؓ انکشاف فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (مدینہ کے) کسی راستے سے گزرتے ہوئے تشریف لے جاتے اور پھر بعد میں کوئی اور اسی راستے سے چلتا ہوا گزرتا تو آپ ﷺ کے جسم مبارک اور پسینہ کی خوشبو سے معلوم کر لیتا کہ گزر گیا ہے ادھر سے قافلہ حضور ﷺ کا۔

چال ڈھال:

''صحیح مسلم'' کی روایت ہے حضرت انس ؓ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب چلتے تو آپ کا جسم آگے کی طرف تھوڑا سا جھکا ہوتا۔ آپ ﷺ قدم اٹھاتے تو مضبوطی سے اٹھاتے تھے۔

"مستدرک حاکم" میں حضور ﷺ کی چال ڈھال کا نقشہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ یوں کھینچتے ہیں کہ جب آپ ﷺ چلتے تو دائیں بائیں نہ دیکھتے تھے۔

"مستدرک حاکم اور مسند احمد ابن حنبل" میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ اس قدر تیز چلتے گویا زمین آپ کے لیے لپٹتی چلی جا رہی ہے۔ ہم تو آپ کے ساتھ چلتے چلتے تھک کر چور ہو جاتے، پوری جدوجہد کے ساتھ ہی آپ ﷺ کا ساتھ دے پاتے جبکہ آپ ﷺ بغیر کسی تکلف کے بے پرواہی کے ساتھ اپنی چال ڈھال کے مطابق چلے جا رہے ہوتے تھے۔

حلیہ مبارک اور مجلس:

"شمائل ترمذی" میں ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ جب گھر سے باہر ہوتے تو آپ ﷺ کے مبارک رویے کیسے ہوتے؟ تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مبارک رویوں میں سے ایک یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ کی مجلس میں بہترین اور افضل لوگ ان کو گردانا جاتا تھا جو سب سے بڑھ کر دوسروں کے خیر خواہ ہوتے اور حضور ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ قدر و منزلت اس کی ہوتی جو سب سے اچھا اور غمگسار ہوتا تھا۔

اللہ اللہ! لوگو...... آج اپنے حکام اور امراء بھی دیکھ لو ان کے ہاں اکثر کا حال یہ ہے کہ ان سب سے اچھا وہ ہوتا ہے۔ نوازا اسے جاتا ہے جو میراثیوں اور بھانڈوں کی طرح خوشامدیں کرے...... اپنے بھائیوں کی چغلیاں کر کے کان بھرے...... ساتھیوں کی ٹانگیں کھینچ کر خود آگے بڑھنے کی کوشش کرے...... اور ماشاء اللہ امیر اور حاکم بھی ایسے کہ جو مزے مزے سے ایسی باتیں سنتے ہیں اور بغیر تحقیق ہی کے فیصلے صادر فرماتے ہیں۔

صدقے قربان جاؤں...... اپنے حضور ﷺ کی مبارک مجلس پر...... آپ ﷺ فرمایا

کرتے تھے...... میرے ساتھیوں کے بارے میں مجھ سے ایسی باتیں نہ کیا کرو کہ جس سے میرے دل میں ہمراہیوں کا اچھا تاثر جاتا رہے۔

قارئین کرام! حضور ﷺ کی مبارک مجلسوں میں بیٹھنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ گورنر بن کر یمن چلے گئے...... وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کیا ہوا...... آیئے! دیکھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مجلس کا حال سنتے ہیں اور حضور ﷺ کا حلیہ مبارک ملاحظہ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

"طبقات ابن سعد" میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے یمن بھیج دیا، وہاں ایک دن میں اہل یمن کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا کہ اس دوران ایک یہودی عالم ہاتھ میں کتاب لیے کھول کر کھڑا ہو گیا اور مجھے کہنے لگا، ذرا ابوالقاسم ﷺ کا حلیہ تو بیان فرمایئے۔

قارئین کرام! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اختصار کے ساتھ وہی حلیہ مبارک بیان کیا جو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، تب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حلیہ مبارک سن کر یہودی کہنے لگا:

"کیا ہوا...... مزید بھی بیان کیجیے...... اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اسے کہا، مجھے تو آپ ﷺ کا حلیہ مبارک اسی قدر یاد ہے۔ تب یہودی عالم کہنے لگا...... آپ کی آنکھوں میں سرخی، خوبصورت داڑھی، حسین متناسب کان، آگے پیچھے دیکھتے تو پورے وجود کے ساتھ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں...... میں نے کہا...... اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کا یہی حلیہ مبارک ہے۔"

اے یہودیو اور اہل مسیح کہلانے والو! میرے حضور ﷺ کا حسین ترین حلیہ مبارک اپنی کتابوں میں پڑھ کر پھر بھی ایمان نہ لاؤ...... کلمہ نہ پڑھو تو اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہوگی

......مگر یہاں بدقسمتی کا رونا تو کیا روئیں، تمہارے لوگوں کی بدبختی کی انتہا یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ تم ایسی عظیم ہستی کے خاکے بنانے کی کوشش کرتے ہو جو ایک شاہکار تھے...... حسن کے...... ایسا حسن کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہودی سے کہتے ہیں:

"میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور بعد کوئی آپ جیسا دیکھا ہی نہیں۔"

"دلائل النبوۃ" میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ جیسا حسین و جمیل نہ کسی کو دیکھا نہ سنا۔

"صحیح بخاری" میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد میں نے حضور ﷺ جیسا کوئی حسین دیکھا ہی نہیں۔

ہاں ہاں! بعد میں...... میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دور تک اور ہمارے بعد قیامت تک حضور ﷺ جیسا نہ کوئی آیا اور نہ کوئی آئے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی مہر لگا کر بھیجا۔ میں کہتا ہوں یہ نبوت کے خاتمے کی بھی مہر ہے اور حسن کے خاتمے کی بھی مہر ہے۔

صحیح مسلم میں ہے حضور ﷺ کی مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔ کبوتر کے انڈے جتنی تھی۔ یاد رہے! اس دور میں دولہا اور دلہن کی مسہری جب سجتی تھی تو کبوتر کے انڈے جیسی گھنڈیاں بنائی جاتی تھیں جنھیں مسہری کے پردوں پر لٹکایا جاتا تھا...... حضور ﷺ کی مہر نبوت کی یہ شکل حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے دیکھی۔ "امام بخاری" اپنی کتاب میں یہ حدیث لائے ہیں۔

اللہ اللہ! اس دور میں جو خوشیوں کی علامت تھی اللہ نے اپنے حبیب کے کندھوں پر اس علامت کو بنا کر ختم نبوت کی مہر لگا دی...... ہاں ہاں! ہم تو اس مہر نبوت کو مان کر خوش ہیں۔ اللہ کی قسم! اتنے خوش کہ کروڑوں شادیاں اور مسہریاں اپنے حضور ﷺ کی مہر نبوت پر قربان۔ ختم نبوت پر فدا...... وہ ابوحنظلہ رضی اللہ عنہ جو میرے حضور ﷺ کا نوجوان صحابی تھا۔ اس

نے جب اپنے حضور ﷺ کے اعلان کرنے والے کا اعلان سنا کہ میدانِ جہاد میں بلایا جا رہا ہے تو اس نے مسہری کو چھوڑا، دلہن کو چھوڑا اور جا کر حضور ﷺ کی کمان میں لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ رب نے اعزاز یہ دیا کہ اس پر جو غسل واجب تھا...... مولا کریم نے فرشتے بھیج کر لاش کو اٹھوا لیا اور زمین آسمان کے درمیان اسے غسل دے کر واپس مہر نبوت والے کو دے دیا۔

اے یہود و نصاریٰ! سوچو...... بار بار سوچو......! حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے کردار آج بھی زندہ ہیں...... قیامت تک زندہ رہیں گے۔ لہٰذا حضور ﷺ کے توہین آمیز خاکے بھی کوئی بنائے اور پھر زندگی معمول کے مطابق بھی چلتی رہے...... یہ ناممکن ہے۔ بالکل ناممکن ہے...... امر محال ہے...... لہٰذا! سیرت اور صورت میں حسن کے شاہکار کی عزت و تکریم کرنا پڑے گی۔ توقیر کرنا پڑے گی۔ محسن انسانیت کی آبرو کا خیال کرنا پڑے گا۔ ضرور کرنا پڑے گا۔ اللہ کی قسم! اس کے بغیر چارہ ہی نہیں...... اس کے بغیر ایمان ہی نہیں...... قرار اور چین ہی نہیں۔

جو بھی دیکھے:

لوگو! کیا شک ہے کہ انسان کے بیرون کا اس کے اندرون سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جہاں تک حضور ﷺ کا تعلق ہے آپ ﷺ جس قدر صورت کے اعتبار سے حسین تھے۔ اسی قدر سیرت کے اعتبار سے بھی حسین ترین تھے۔ لوگ آپ ﷺ کی صورت مبارک اور سیرت پاک سے واقف تھے یہی وجہ ہے کہ ہر کوئی آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتا تھا...... اور وہ لوگ جنھوں نے آپ کو نہ دیکھا تھا وہ آپ کی سیرت مبارک کی شہرت سن کر جب آپ (ﷺ) کو دیکھنے آتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی تھی...... مثال کے طور پر ہم یہاں صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

"مسند احمد ابن حنبل" میں ہے، حضرت ابورمثہ تیمی رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ میں نے اپنے

بیٹے کو ساتھ لیا اور مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں نے جوں ہی آپ ﷺ کا کھلا، مسکراتا خوبصورت چہرہ دیکھا تو سمجھ گیا اور اپنے بیٹے سے کہا:

"هٰذَا وَاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ"

''یہ تو واقعی، اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ہیں۔''

اے اللہ! مجھ جیسے تیرے کمزور اور مسکین بندے نے تیرے حبیب اور خلیل حضرت محمد کریم ﷺ کی صورت پاک کو صحابہ اور صحابیات کے بیانات کی روشنی میں اس انداز سے بیان کیا ہے اور نقشہ کھینچا ہے کہ جو کوئی اس کو پڑھے اس کے دل میں ساری کائنات سے بڑھ کر حضور ﷺ کی محبت پیدا ہو جائے...... اے اللہ! ہمیں محبت والا دل عطا فرما دے اور وہ جو میرے حضور ﷺ کا انکار کرنے والے ہیں ان کے دل کو اقرار کرنے والا بنا دے اور پھر قرار کی نعمت دے کر حضور ﷺ کا دیدار خواب میں اور مرنے کے بعد اگلے جہان میں عطا فرما دے۔ آمین!

- گستاخانہ خاکوں کا مدلل جواب۔
- حقوق انسانی پر مشتمل سیرت کا انوکھا شاہکار۔
- غیر مسلموں اور ذمیوں کے ساتھ ہمدردی لاجواب۔
- عورتوں اور بچوں کے حقوق کا خوب خیال۔
- جانوروں کے حقوق کا تحفظ بے مثال۔

صحیح اور حسن احادیث پر مشتمل

سیرۃ النبی ﷺ پر منفرد انداز میں لکھی گئی

ایک جامع کتاب

امریکی پادری ٹیری جونز نے 20 مارچ 2011ء کو

قرآن کو دہشت گرد قرار دیتے ہوئے دنیا بھر کے سامنے جلایا (نعوذ باللہ)

پاسبان حرمت قرآن مولانا امیر حمزہ کے قلم سے فیصلہ کن چیلنج اور جواب

A response to the insulting caricatures published in the Western world

دار الاندلس

• 4-لیک روڈ چوبرجی لاہور • 6-غزنی سٹریٹ نزد رحمن مارکیٹ اردو بازار لاہور

+92-42-35062910 , +92-322-4006412

Dar-ul-Andlus